ماہنامہ القاسم
کی
۱۸ ویں
خصوصی اشاعت

برائے تبصرہ و تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الامام الکبیر

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

جملہ حقوق اشاعت برائے القاسم اکیڈمی محفوظ ہیں

تذکرہ و سوانح

الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

تالیف	.... مولانا عبدالقیوم حقانی
کمپوزنگ	.... حاجی گل رحمن، جان محمد جان اراکین القاسم اکیڈمی
ضخامت	.... 581 صفحات
تعداد	 1100
اشاعتِ اوّل	.... شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ/ جولائی 2012ء
ناشر	.... القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

0346-4010613 -------- 0301-3019928

یہ کتاب درج ذیل اداروں سے مل سکتی ہے

صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی

مولانا سید محمد حقانی ' مدرس جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ

مکتبہ رشیدیہ سردار پلازہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ ☆ کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی

مکتبہ فاروق اعظم اوقاف پلازہ باچا خان چوک چارسدہ

کتب خانہ رشیدیہ ' مدینہ کلاتھ مارکیٹ ' راجہ بازار ' راولپنڈی

مکتبہ سید احمد شہید ' ۱۰ الکریم مارکیٹ ' اردو بازار ' لاہور

مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد ☆ مکتبہ عثمانیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

مولانا خلیل الرحمن راشدی صاحب جامعہ ابوہریرہ چنوں موم ضلع سیالکوٹ

اس کے علاوہ پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے۔

تذکرہ و سوانح

الامام الکبیر

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

مولانا عبدالقیوم حقانی

ایمان افروز تذکرہ، جامع سوانح، روح پرور افکار، انوکھے اور دلچسپ حالات، علمی مآثر، امتیازات وکمالات، حیات وخدمات، حیرت انگیز واقعات، اخلاق وصفات اور سیرت وسوانح کا جامع مرقع۔ جدید اسلوب، نیا طرزِ تالیف، ابواب کا انعقاد، ایک عظیم تاریخی دستاویز، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا محمد یعقوبؒ، مولانا عاشق الٰہیؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ، مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی بالخصوص مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی تحریرات کی روشنی میں، جدید دور کے تقاضوں کے عین مطابق، ایک جامع مکمل ایمان افروز داستانِ حیات ......

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ کے پی کے

الامام الکبیر

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

شافعِ کون و مکاں کی راہ پہ لاتا رہا
گمرہانِ شرک کو توحید سکھلاتا رہا
پرچمِ اسلام ابرِ درخشاں کے روپ میں
بت کدوں کی چار دیواری پہ لہراتا رہا
ہمرہانِ دل گرفتہ کو بہ اعلانِ جہاد
تیغِ جوہر دار کا آئینہ دکھلاتا رہا
اس کے سینے میں خدا کا آخری پیغام تھا
وہ خدا کی سرزمیں پر حجۃ الاسلام تھا

(شورش کاشمیری)

فہرست

شورش کاشمیری کا منظوم خراج عقیدت ---- ۴
عرضِ مؤلف ---- ۳۵
الامام الکبیر کی فکری خصوصیات کے چند پہلو ---- ۴۱
الامام الکبیرؒ کا لقب کیوں ؟ ---- ۴۲
نصب العین ---- ۴۴

باب : ۱

خاندان، والدین، پیدائش، جائے پیدائش، عہدِ طفولیت، کسبِ علم، حصولِ فیض اور تعلیم وتربیت ---- ۴۵

خاندان ونسب ---- ۴۷
دادا اور نانا مرحوم ---- ۴۸
تذکرۂ والدین ---- ۴۹
پیدائش وجائے پیدائش ---- ۵۰
نانوتہ چھوٹا شہر ---- ۵۰
"چھوٹے شہر" سے علوم ومعارف کے چشمے پھوٹ پڑے ---- ۵۱
نانوتہ کے مؤسس بھی قاسم تھے اور محسن بھی قاسم تھے ---- ۵۲
حلیہ مبارک ---- ۵۲
ابتدائی تعلیم ---- ۵۳
نو (۹) سال کی عمر میں تحصیل علم کے لئے ہجرت ---- ۵۴

"شر" کی تاریک رات سے "خیر" کی صبح کا سفیدہ ۵۴
الامام الکبیرؒ کا دار الہجرۃ ۵۵
قدرت کی مخفی کارروائیاں ۵۶
اجتبائی شان ۵۷
ننھے منے بچے کے ہاتھوں اسلامی تاریخ کا ایک بڑا ہنگامہ ۵۷
والدہ کا ایثار و قربانی ۵۸
بچپن کے چند حیرت انگیز واقعات ۵۸
کپڑوں کا عمدہ جوڑا جلا دیا ۵۹
جوار کی روٹی اور تشکر و امتنان کا گُر ۶۰
مانگنے کی تکلیف پر بھوک کی تکلیف کو گوارا کرتے ۶۰
احسان شناسی ۶۱
اخلاقی احساسات کی نزاکتیں ۶۱
تکوینی انتظام کے تدریجی مراحل ۶۲
خورد سالی میں جرأت، بہادری اور ظاہر و باطن کا دلکش منظر ۶۲
تعلیم گاہ اور بازی گاہ میں معاصرین پر سبقت ۶۳
جوڑ توڑ ۶۳
لڑکپن میں فضائل و کمالات ۶۴
مکتبی تعلیمی زندگی کے چند خاص عناصر ۶۵
مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے ممتاز شاگرد ۶۵

باب : ۲
زمانہ طالب علمی، تعلیمی سرگرمیاں، ذہانت و ظرافت
اور طالب علمانہ شوخیاں ۶۷

علم کی بکری ۶۹

ظرافت میں فراست ۶۹
"علم کی بکری" کا نام کیوں رکھا تھا؟ ۷۰
مطالعے کا دائرہ ۷۰
تعلیمی سرگرمیاں اور طالبعلمانہ شوخیاں ۷۱
مولانا مملوک علیؒ سے پہلی کتاب کافیہ پڑھی ۷۱
حضرت گنگوہیؒ اور امام نانوتویؒ کا باہمی ساتھ ۷۲
بکریوں کے گلے میں شیر کا بچہ ۷۲
علم میں اپنی راہ خود نکالتے تھے ۷۳
کمزور طالب علموں کی مباحث میں معاونت ۷۴
جبلتِ فائقہ ۷۵
سمجھے ہوئے طالب علم ۷۵
سمجھ بوجھ کر پڑھا جا رہا ہے ۷۵
سلم العلوم پڑھنے کی نرالی والہیت ۷۶
"صدرا" کے امتحان کا دلچسپ قصہ ۷۷
قاسم ایسا ستا ۷۷
جب یہ نیا ستارہ طلوع ہوگا ۷۸
تعلیمی نصاب کی تکمیل ۷۸
زمانہ طالب علمی میں دعوتِ بیعت ۷۹
حاضر جوابی اور شگفتہ مزاجی ۸۰

باب : ۳ .... اساتذۂ کرام کا تذکرہ ۸۱

مولانا مہتاب علیؒ ۸۳
مولوی محمد نواز سہارنپوریؒ ۸۳
محدثِ وقت حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ ۸۴

نام ونسب وولادت ۸۳
تعلیم وتربیت ۸۴
درس وتدریس ۸۵
وفات ۸۵
شاہ عبدالعزیزؒ سے نسبتِ تلمذ ۸۵
انداز تدریس ۸۶
کنواں پیاسے کے پاس ۸۶
ولی اللّٰہی دماغ ۸۶
حضرت مولانا مفتی صدرالدین آزردہ ۸۷
ولادت اور تعلیم وتربیت ۸۷
درس وتدریس اور علمی کارنامے ۸۷
مدرسہ دارالبقاء کی ازسرِنو تعمیر ۸۸
وفات ۸۸
اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں ۸۸
حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ ۸۹
ولادت اور تعلیم وتربیت ۸۹
درس وتدریس ۸۹
راہِ سلوک اور علمی کارنامے ۹۰
وفات ۹۰
محشی بخاری حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ ۹۰
ولادت اور تعلیم وتربیت ۹۱
درس وتدریس ۹۱
آپ کا علمی کارنامہ ۹۱

وفات ۹۱
چندے کی رقم میں حزم واحتیاط ۹۱
حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ ۹۲
ولادت ۹۲
تعلیم وتربیت ۹۳
درس تدریس ۹۳
بیعت وخلافت ۹۳
آپ کا کارنامہ ۹۳
وفات ۹۳
معاصرین میں فائق ۹۴
قطب الاقطاب حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ ۹۴
ولادت ۹۴
تعلیم وتربیت ۹۴
بیعت وخلافت ۹۵
آپ کے کارنامے ۹۵
وفات ۹۵

باب : ۴

والدین کی خدمت واطاعت، حقوق العباد کی ادائیگی، سنتِ نکاح

ازدواجی زندگی کی جھلکیاں، اہلیہ کی اطاعت اور اولاد کی تربیت ۹۷

والد کی خدمت واحترام ۹۹
والد کی چلم بھرتے اور کہتے میں ادنیٰ غلام ہوں ۱۰۰
والد کی تیمارداری اور خالق کی دربارداری ۱۰۰

والد کی خدمت پر خدام کے ساتھ مسابقت ۱۰۱
قیلولہ اور شب خوابی کے وقت والد کے پاؤں دبانا ۱۰۱
والد کی خدمت پر محمود حسن کیلئے دُعائے خاص کا اہتمام ۱۰۲
والد کو گھریلو جائیداد کی شرعی تقسیم کا مشورہ ۱۰۲
مہمانوں کی خدمت ۱۰۴
رشتۂ نکاح جوڑنے کی والد کا ہدف و مساعی ۱۰۴
والد کی طرف سے نکاح کی تحریک و انتخاب ۱۰۵
والد کی بات مان لی اور نکاح ہو گیا ۱۰۶
نکاح کی غرض والدہ کی خدمت ۱۰۸
والدہ کے کپڑے دھونے پر اصرار ۱۰۹
جس نے خود کو مٹایا قدرت نے اسے باقی رکھا ۱۰۹
الامام الکبیرؒ کی شادی اور اہلیہ کا جہیز ۱۱۰
اوّل شب کی دلچسپ کہانی ۱۱۰
باہمی نبھاؤ کی ایک صورت ۱۱۱
کمالِ اطاعت و اعتماد ۱۱۱
زیورات اور جہیز کا تمام سامان لے لیا ۱۱۲
زیورات اور جہیز جہاد کی نذر ۱۱۲
جب والد نے دوبارہ سابقہ جہیز سے بڑھ کر سامان دیا ۱۱۳
اولادِ ذکور سے قبل ابوالبنات کی سعادت بخشی گئی ۱۱۵
بڑی بیٹی اکرامن کا نکاح اور رخصتی ۱۱۶
دوسری بیٹی بی بی رقیہ کا نکاح اور رخصتی ۱۱۸
والد کا مزاج، قوم کی رسومات اور شریعت کی تعلیمات ۱۲۰
مفروضہ اوہام کی زنجیروں کو توڑا ۱۲۲

اتباعِ سنت کے برکات ۱۲۳
اولاد کی تربیت اور خصوصی شفقت ۱۲۳
تربیت اولاد، صاحبزادے کی بگڑ کدار گتھلی ۱۲۵
تربیت کے ثمرات و برکات ۱۲۶
پدرانہ شفقت ۱۲۶
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ سامان نکلا ۱۲۷
وفا اور مجاہدہ کی انوکھی مثال ۱۲۸
اضیاف کیلئے اہلیہ کے زیورات بیچ دیے ۱۲۹
کھانا پہلے سے تیار رہتا ۱۲۹
اہلیہ کی سخاوتیں اور برکتیں ۱۳۰
اضیاف کی خدمت ۱۳۱
دلی کے چاندنی چوک کے کھانے ۱۳۱
طلائی زیور اور ریشمی چادر شوہر کے سپرد کردی ۱۳۲
الامام الکبیرؒ کی اہلیہ کی استقامت ۱۳۳
والدین کی خدمت میں کوتاہی پر ناخوشی کا اظہار ۱۳۴
ذکر و صلوٰۃ کا اہتمام ۱۳۵
سماعِ حدیث کے وقت مسلسل آنسو جاری رہے ۱۳۶
محمد احمد کی والدہ سے بہت خوش ہوں ۱۳۶
اساتذہ و عمائدین کی نظر میں احترام ۱۳۷
مولانا مرتضیٰ حسن کا اپنی جسارت پر اظہارِ ندامت ۱۳۸
طلبہ میں اکرام و احترام ۱۳۸
عقل سے بالاتر ایمان و یقین کی قوت ۱۳۹

باب : ۵ .... جہاد اور اسفارِ حج ۱۴۱

انگریز دشمنی تلامذہ میں منتقل ۱۴۵
پہلے فیر میں گولی نشانے پر لگی ۱۴۶
ایک تمثیل میں انگریزوں سے نفرت کا اظہار ۱۴۷
ہنگامۂ غدر کی آگ ۱۴۷
انگریز ملکہ کی تاجپوشی اور الامام الکبیرؒ کی بے چینی ۱۴۸
تخریب کے بعد تعمیر کی دشواریاں مانع تھیں ۱۴۹
ایامِ غدر میں تحفظ اور دفاعی جنگ ۱۴۹
قاضی عبدالرحیم اور ان کے رفقاء کا بہیمانہ قتل ۱۵۱
نصبِ امام اور بیعت علی الجہاد اور امیر المومنین کا انتخاب ۱۵۳
جہاد کی شرعی تنظیم یا جہادی عہدے اور مناصب ۱۵۵
جہاد کے لئے والدہ سے اجازت ۱۵۵
والد سے جہاد کی اجازت ۱۵۶
آغازِ جہاد، تھانہ بھون کے مستقر سے پہلا حملہ ۱۵۸
شاملی کا معرکہ ۱۵۹
ایک حیرت انگیز جنگی تدبیر ۱۶۲
شاملی کی گڑھی کا محاصرہ، مجاہدین کی استقامت وحمیت کا منظر ۱۶۳
الامام الکبیرؒ کی ایک جرات مندانہ جنگی تدبیر ۱۶۴
تذکرہ حافظ ضامن شہیدؒ کا ۱۶۶
عاشق کا جنازہ ہے ۱۶۸
شوقِ شہادت کے ولولے ۱۶۹
یادگار مرثیہ ۱۷۰
بدر واُحد کے معرکوں والا سبق دہرایا گیا ۱۷۱

تکوینی فیصلے ۱۷۲
الامام الکبیرؒ کو گولیاں لگیں اور محفوظ رہے ۱۷۳
تقدیر و تکوین کے مختلف فیصلے ۱۷۴
الامام الکبیرؒ کو دینی اور علمی مہمات کی تکمیل کے لئے زندہ رکھا گیا ۱۷۵
کربلائی مشاہدات کا ایک منظر ۱۷۵
شہیدوں کے بعد منتظرین کے مراحل ۱۷۶
تھانہ بھون پر چڑھائی کا مذموم عزم ۱۷۶
تھانہ بھون پر گولہ باری ۱۷۷
قاضی عنایت علی گم ہو گئے ۱۷۸
حکومت کی انتقامی کاروائی ۱۷۸
الامام الکبیرؒ کی گرفتاری کے لئے حکومت کا تعاقب ۱۷۹
ابھی تو یہیں تھے ۱۷۹
آنکھوں والے بھی نہ دیکھ سکے ۱۸۰
الامام الکبیرؒ باہر نکل آئے ۱۸۱
اللہ کی قدرت کے کرشمے ۱۸۴
حضرت حاجی امداد اللہؒ کے وارنٹ گرفتاری اور کراچی تک پہنچنا ۱۸۵
مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ موجود تھے مگر انگریز کو نظر نہ آئے ۱۸۶
شیخ کی خدمت، زیارت اور ملاقات کے لئے اسفار ۱۸۷
حرمین شریفین ساتھ چلنے کی درخواست منظور نہیں ہوئی ۱۸۸
اصحابِ ثلاثہ کا جرم ایک تھا ۱۸۹
حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا سفر ہجرت، الامام الکبیرؒ اور حضرت گنگوہیؒ کا سفر حج ۱۹۰
حفظِ قرآن کی تکمیل اور جہاز میں سنانے کی سعادت ۱۹۱
الامام الکبیرؒ کا حفظ القرآن ۱۹۳

سفرِ حج میں وسعت اور برکت ۱۹۳

سفرِ حج کا اختتام اور گھر میں قیام ۱۹۴

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے لئے چھاپے ۱۹۵

امام گنگوہیؒ کی گرفتاری ۱۹۶

مظفرنگر جیل کا سفر: الامام الکبیرؒ کی ملاقات ۱۹۶

حضرت گنگوہیؒ کو پھانسی کا اندیشہ اور الامام الکبیرؒ کو خطرات ۱۹۷

حضرت گنگوہیؒ کا عدالت میں دلچسپ مکالمہ اور رہائی کا اعلان ۱۹۸

انگریز کے بڑے مجرم الامام الکبیرؒ مسلسل بچتے رہے ۱۹۹

تردّد کی سزا اور یقین کا انعام ۱۹۹

پیکرِ جرأت و استقامت ۲۰۰

برطانیہ کے فرعون کے لئے موسیٰ ۲۰۱

سرسید کا اعتراف ۲۰۱

باب : ۶

دارالعلوم دیوبند کا قیام' پس منظر اور ترقی و استحکام' فکرِ اُمت'

بے چینی و اضطراب اور اتحاد کی دعوتِ عام ۲۰۳

شاملی کے میدان سے واپسی بھی ایک جنگی تدبیر تھی ۲۰۶

جذب و کیف کے حالات کیوں ؟ ۲۰۶

لارڈ میکالے کا جواب ۲۰۸

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد ۲۰۹

غرضِ تاسیس ۲۰۹

دارالعلوم دیوبند : دُعائے نیم سحرگاہی کا ثمرہ ۲۰۹

دارالعلوم کے لئے دُعائے سحرگاہی اور نالہ ہائے نیم شبی ۲۱۰

فیصلے عملی قالب اختیار کرتے چلے جاتے تھے ۲۱۱

اُمیدوں کے چراغ ۲۱۱

دوررس نگاہ ۲۱۲

تین دفاعی محاذ ۲۱۳

دارالعلوم کا قیام ۲۱۴

حضور ﷺ کے نشانات عصاء پر دارالعلوم کی تعمیر ۲۱۴

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس اور حضرت نانوتویؒ ۲۱۵

حضرت نانوتویؒ کی فکری بصیرت نے دارالعلوم کو کیا دیا؟ ۲۱۷

آٹھ اُصول ۲۱۷

عوامی رابطہ ۲۱۹

شورائی نظام ۲۱۹

تعلیمی نظام ۲۲۰

مدارس کا اقامتی کردار ۲۲۱

دارالعلوم دیوبند' فکری بصیرت کا شاہکار ۲۲۲

نہ لاٹ آئے نہ لٹوری ۲۲۳

فروغِ علم یا تحریکِ غلبۂ اسلام ۲۲۴

دارالعلوم کا آغاز' معلّم بھی محمود اور متعلّم بھی محمود ۲۲۵

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کن حالات میں ہوئی ۲۲۵

افراد کا انتخاب اور تربیت کا اہتمام ۲۲۶

اوّلین درسگاہ اور تربیت گاہ ۲۲۶

دارالعلوم کے خلاف سازشوں کا آغاز ۲۲۷

اَحیاءِ سلطنت کے بجائے احیاءِ دین و ملت کی جنگ جیت لی ۲۲۸

دارالعلوم دیوبند اسلامی چھاؤنی ۲۲۹

عالمی سطح پر نمایاں کردار ۲۲۹

باب : ۷

آغاز اور تدریسی انداز، مکنون علوم وفنون، علمی فتوحات، درسی خطبات اور جامعیت وکمالات ۲۳۱

آغازِ تدریس ۲۳۳
بلند پایہ اندازِ تدریس ۲۳۳
علمی مضامین کا اضافہ ۲۳۵
علمی فتوحات اور جامعیت وکمالات ۲۳۵
ادھورے مضامین کی تکمیل نہ ہو سکنے پر رنج وملال ۲۳۵
اپنی نظیر آپ تھے ۲۳۶
محمد قاسم ایسے لوگ ۲۳۶
دینی علوم کے فتوحات وانکشافات ۲۳۷
قاسمی حلقۂ درس کی بات ہی کچھ اور تھی ۲۳۷
عجائب وغرائب تحقیقات ۲۳۸
مکنون علوم وفنون کا دریا ۲۳۸
تین مرتبہ نزول کی درخواست ۲۳۹
چٹائی کے کوئلے اور زمین پر انگلی سے اقلیدس کا درس ۲۳۹
مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے حدیث پڑھنے کا مشورہ ۲۴۰
محدث سہارنپوریؒ سے ابوداؤد کا تلمذ ۲۴۱
قلتِ اوقات کی وجہ سے معذرتِ درس ۲۴۲
تدریس کی غرض سے سفر علی گڑھ ۲۴۲
تدریس کی تنخواہ ۲۴۳

صحیحین کی تدریس کے لئے علی گڑھ کا سفر ۲۴۴
تدریسی کمالات کے چھپانے کا اہتمام ۲۴۵
پڑھے پڑھائے شاگرد ۲۴۶
غیر نصابی کتابوں کی تدریس ۲۴۷
مولانا احمد حسنؒ نے من وعن الامام الکبیرؒ کی تقریر سنادی ۲۴۷
ایک طالب علم کا ڈھائی گھنٹے درسِ حدیث ۲۴۸
تدریسی مشاغل کی نوعیت پیشہ ورانہ نہ تھی ۲۴۹
عظمتِ علمی کا راز ۲۵۰
درس وتدریس میں آقا کے رنگ کا عکس ۲۵۰
سب سے پہلا عوامی خطاب ۲۵۱
فطرۃً آپ خطیب تھے ۲۵۲
روح القدس کی تقریر ۲۵۲
تقریر کی تاثیر ۲۵۳
اگر تقریر پر ایمان لایا جاتا ۲۵۳
کسرِ نفسی کے اظہار میں بناوٹ نہ تھی ۲۵۴
تقریر میں تاثیر کا راز ۲۵۵
تقاضائے ہدایت ۲۵۶
علم کا وعظ عمل سے ۲۵۷
گفتار کے ساتھ کردار کا تلازم ۲۵۷
میری خودی مٹ رہی ہے ۲۵۸
اپنے اساتذہ سے میری گفتگو کراؤ ۲۵۸
ایک آیت سے معقولات کے تمام مسائل پر استدلال ۲۵۹
عالمانہ تحدی ۲۶۰

معقولات کے تمام مسائل قرآن سے نکال سکتا ہوں ---- ۲۶۱
مخلوق نہیں خالق کے کلام کے سمجھنے پر توجہ ضروری ہے ---- ۲۶۱
جامعیت ---- ۲۶۲

باب : ۸

تبحرِ علمی، عظمتِ شان اور عالمانہ مقام ۲۶۵

استاذ کا ساتھ، استاذ کی وفات تک ---- ۲۶۷
طرزِ تعلیم اور تعلیم کی نوعیت ---- ۲۶۷
امتحانات کے ذریعہ عظمت وشہرت نہیں ملی ---- ۲۶۸
قاسم ذہین آدمی ہے، رشید احمد حق پر ہے ---- ۲۶۸
جو زندہ رہے گا ہمارے اسماعیل کو بھی دیکھ لے گا ---- ۲۶۹
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا ---- ۲۶۹
علم وفضل کی وسعت ---- ۲۷۱
ہزاروں علماء کی روزیاں، کروڑہا مسلمانوں کی دینی فیروزیاں ---- ۲۷۱
معاصر سے تلمذ اور اتصالِ سند کا اہتمام ---- ۲۷۲
جاتو بڑا عالم ہے ---- ۲۷۳
بے پڑھے اقلیدس کا امتحان ---- ۲۷۳
ہندو ریاضی دان کے اعتراض کا حیرت انگیز جواب ---- ۲۷۴
دلیل کا فلاں مقدمہ نظری ہے ---- ۲۷۶
مدلل تعبیرِ خواب ---- ۲۷۷
استاذ اور شیخ کے لئے مبالغہ آمیز القابات سے گریز ---- ۲۷۹
دلبرانہ ادائیں ---- ۲۸۰
وہبیت یا ذکاوت ---- ۲۸۱
مضامین ومعانی کی آمد ---- ۲۸۱

روحانیت کا اعلیٰ مقام ---- ۲۸۲
تقویٰ کے سوتے ---- ۲۸۳
سوئی کا ناکہ اور سمندر کی وسعت ---- ۲۸۳

باب : ۹

فقہ وافتاء میں حزم واحتیاط، تقویٰ وخشیت اور توکل واستقامت ۲۸۵

فقہ وافتاء میں حزم واحتیاط ---- ۲۸۷
اصلاحِ مسئلہ کے لئے مستفتی کے گھر پہنچ گئے ---- ۲۸۸
فتوئی اور تصدیقِ فتوئی سے احتراز ---- ۲۸۹
کمالِ تفقہ پر شہادت ---- ۲۹۰
ترکِ تیمم پر انتباہ ---- ۲۹۱
کم علمی کے اظہار پر افتخار ---- ۲۹۱
میں خود ذی علم نہیں ہوں ---- ۲۹۲
معاصر اور تلمیذ کی تعظیم وتقدیم ---- ۲۹۳
"امامت" سے گریز ---- ۲۹۴
لاچاری اور مجبوری میں امامت کرلیا کرتے تھے ---- ۲۹۵
الامام الکبیرؒ کی امامتِ صلوٰۃ کا منظر ---- ۲۹۶
عجیب آدمی! قرآن اُلٹا پڑھادیا ---- ۲۹۶
خلق اور خالق کے ساتھ تعلقات کی استواری ---- ۲۹۷
جن اوقات میں کام نہ کرتے تنخواہ نہ لیتے ---- ۲۹۸
"دارالعلوم" سے ایک حبہ تک لینے کے روادار نہ تھے ---- ۲۹۹
مدرسہ کے قلم ودوات کے استعمال کا معاوضہ ادا کرتے ---- ۳۰۰

مدرسہ کا سرد خانہ کبھی استعمال نہیں کیا ۳۰۰
تقویٰ ۳۰۱
ذاتی گھر پر ایک پھوٹا روڑا بھی نہ لگایا ۳۰۲
حکیم مشتاق احمد کی تجویز اور مکان کا عطیہ ۳۰۳
توکل علی اللہ کے حوالے سے زندہ درس قرآن اور برکتیں ۳۰۴

باب : ۱۰

محدثانہ جلالتِ قدر اور فقیہانہ عظمتِ مقام ۳۰۷

علمی بالغ نظری، عمق اور بلند نگاہی ۳۰۹
دقیق النظر دماغ اور دردمند دل ۳۰۹
علمِ حدیث اور امتیازی فکر ۳۱۰
عمل بالحدیث کا ذوق غالب ۳۱۰
نسخ کا نظریہ ۳۱۱
قراءت خلف الامام ۳۱۱
منہج فکر اور طریقۂ استدلال ۳۱۱
تفقہ میں فضل وتفوق ۳۱۲
احادیث سے استدلال میں درایت کا غالب پہلو ۳۱۲
حدیثِ مرسل کی حجیت ۳۱۳
قوتِ استخراج اور صلاحیتِ استنباط کا اعلیٰ نمونہ ۳۱۴
اسرارِ شریعت ۳۱۴
نگاہِ شوق ۳۱۴
حاشیۂ صحیح بخاری کے امتیازات ۳۱۵
دونوں محشین کے حاشیہ میں امتیازات ۳۱۷
بعض فقیہانہ اور محدثانہ مباحث ۳۱۸

مسائل میں کمالِ اعتدال اور سلفِ صالحین کا احترام ۳۱۹
بعض غالیوں کی بے اعتدالیوں پر اظہارِ افسوس ۳۱۹
قاسمی طریقۂ فکر دیوبند کا اصل رنگ ہے ۳۱۹
خضرِ طریق اور چراغِ راہ ۳۲۰
محدثانہ جلالتِ قدر ۳۲۰
امام ابوحنیفہؒ کی وکالت اور امام بخاریؒ کے اعتراضات کے جوابات ۳۲۰
دفع الوسواس کے مصنف ۳۲۱
حاشیہ یا شرح ۳۲۱
شرح کے امتیازات ۳۲۱
حواشی صحیح بخاری کی خصوصیات ۳۲۲
مثال نمبر۱: حدیث کے مطلب کی وضاحت ۳۲۲
مثال ۲: سند کے بارے میں وضاحت اور غلط فہمی کا ازالہ ۳۲۳
مثال ۳: حل لغات کی ۳۲۳
مثال ۴: صحیح بخاری پر گرفت ۳۲۴
مثال ۵: سند میں امام بخاریؒ کی غلطی کی نشاندہی ۳۲۴
مثال ۶: الامام الکبیرؒ کی تاریخ پر وسیع نظر کا ثبوت ۳۲۵
حواشی کے بارے میں کچھ اور ۳۲۶
حنفیت کی تائید ۳۲۷
مولانا احمد علی اور الامام الکبیر کے حاشیے میں کیا فرق ہے؟ ۳۲۸

باب : ۱۱

فرقِ باطلہ کا تعاقب، اختلافی مسائل میں

اعتدال اور حزم واحتیاط ۳۲۹

اختلافی مسائل میں مسلکِ اعتدال ۳۳۲

اختلافی مسائل میں حزم و احتیاط ۳۳۲
اختلافی مسائل میں الامام الکبیرؒ کا موقف ۳۳۳
الامام الکبیرؒ اور مسئلہ تقلید ۳۳۴
قراءۃ خلف الامام پر معتدل نقطۂ نظر ۳۳۴
مسئلہ تراویح ۳۳۵
الامام الکبیرؒ کا طریقۂ اعتدال ۳۳۷
فقہی ذوق و مزاج ۳۳۸
کاروانِ فقہ کو آگے بڑھایا ۳۳۹
بدعات کے بارے میں نقطۂ نظر ۳۳۹
بدعات کی نوعیت ۳۴۰
سماعِ موتیٰ، زیارتِ قبور اور حکیمانہ طرزِ عمل ۳۴۱
چھوٹی باتوں میں اختلافات اور تکفیر میں نقطۂ نظر ۳۴۴
شیعہ کا مذہب برزخی دین ہے ۳۴۴
اہل تشیع کی طرف توجہ ۳۴۵
شیعہ علماء سے مکالمہ اور دعوتِ دین کے لئے بے تابی ۳۴۶
شیعوں کی مجلس میں تبلیغ ۳۴۷
تبلیغی فرائض سے سبکدوشی کی صحیح راہ ۳۴۷
تعزیہ برداری کے خلاف سر دینے کا اعلان ۳۴۸
دیوبندیت کی حقیقت ۳۵۱
مذہبِ حنفیہ کا دلائل سے اثبات ۳۵۱

باب : ۱۲

عقدِ بیوگان کا مسئلہ اور خواتین میں عقدِ ثانی کی تحریک ۳۵۳

عقدِ بیوہ گان کا مسئلہ اور شاہ ولی اللہؒ کی تحریک ۳۵۵

مولانا اسماعیل شہیدؒ کا رسمِ جاہلیت سے متاثر ہونا ۳۵۶
شاہ اسماعیل شہیدؒ کی بیوہ بہن کا نکاح ۳۵۶
تحریک نکاح بیوہ گان کی تکمیل ۳۵۷
خواتین میں ''عقدِ ثانی'' کی تحریک ۳۵۸
دیوان جی مرحوم کی ہمشیرہ اور بھانجی کا عقدِ ثانی ۳۵۹
الامام الکبیرؒ کی صاحبِ اولاد ہمشیرہ کے عقدِ ثانی کا دلچسپ قصہ ۳۵۹
تحریک بیوہ گان کی وسعت ۳۶۱

باب : ۱۳

اخلاص وللّٰہیت، بے نفسی و تواضع اور فنائیت، مہمان نوازی، حسنِ اخلاق اور سیرت و کردار کے اُجلے نقوش ۳۶۳

بے پناہ جذبۂ اخلاص ۳۶۵
بے نفسی ۳۶۵
سادگی، انکساری اور استغناء ۳۶۶
بے کمالی کا اظہار و اعتراف ۳۶۷
تفرد اور خودنمائی سے احتراز کے مساعی ۳۶۷
گمنامی پسند تھی ۳۶۹
صحیح بخاری کے حواشی میں کہیں بھی نام نہیں لکھا ۳۶۹
مولانا اور مولوی کے لقب سے ناراض ہوتے ۳۶۹
خود کو چھپاتے اور نام خورشید حسین بتاتے ۳۷۰
نیلی لنگی والے مولوی جیت گئے ۳۷۱
اپنے شاگردوں کے جوتے بھی اٹھاتے تھے ۳۷۲
خوش لباسی ۳۷۳

وکالۃً بیعت کرتے تھے ۔۔۔۔۔۔ ۳۷۴
ترکِ اسباب ۔۔۔۔۔۔ ۳۷۵
اپنے مکفّر، امام کے پیچھے نماز پڑھ لی ۔۔۔۔۔۔ ۳۷۵
عقیدت نکالنے کی مہم ۔۔۔۔۔۔ ۳۷۷
کتمان کے باوصف اظہار واعلان ۔۔۔۔۔۔ ۳۷۷
اجتماعی معاملات میں عادات اور روش طرزِ عمل ۔۔۔۔۔۔ ۳۷۸
اخلاق کا عکسِ جمیل ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۰
سفارشِ مسنونہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۰
ایک در بند، ہزاروں در کھلے ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۱
بیماروں کی عیادت اور تیمارداری ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۱
فطری مروّت اور نرم مزاجی ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۲
غریب ''اللہ دیا'' کی دعوت ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۳
جھٹ سے بوڑھے کے ہاتھ دھلائے ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۶
بے کسوں کی فکر وغمخواری ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۶
غریب کی بیگنیاں واپس کردی جائیں ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۷
یاروں کے یار ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۸
الفاضل للفاضل ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۹
عورتوں سے اختلاط ناپسند تھا ۔۔۔۔۔۔ ۳۸۹
پیکرِ شرم وحیا ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۰
بچوں سے خوش طبعی ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۱
طالب علموں کے ساتھ تماشا دیکھتے رہے ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۱
نبو پہلوان کے کرتب دیکھے ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۲
حقہ پلاتے رہے اور معذرت بھی کرتے رہے ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۲

ٹوپی سر پر رکھ لی پھر بچے کو ہدیہ کردی ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۳
آزاد منش دوست بالآخر پکے نمازی بن گئے ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۴
ایسے سے بھلا کوئی کیا لڑے؟ ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۵
ایک بدعتی سے حکیمانہ برتاؤ ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۶
بھنگی کو اپنے ہاتھ سے کھلایا ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۷
مہمانوں کے جانوروں کیلئے عمدہ چارے کا انتظام ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۷
مخالفین کی تضحیک واستحقار سے گریز ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۸
جود وسخا ۔۔۔۔۔۔ ۳۹۹
مہمان نوازی ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۰
باقاعدہ مہمان خانہ کا قیام ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۰
مہمان کے آرام وآسائش کا اہتمام ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۱
دسترخوان کی وسعت ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۱
مہمانوں کی خدمت' اہلیہ کی چابکدستی اور خبر رسانی کا انتظام ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۳
مہمانوں کی چاہتیں' اہلیہ کی خدمات کی وسعتیں ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۴
اکرامِ ضیف' الامام الکبیرؒ اور اہلیہ کی طبعی یکسانی ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۵

باب: ۱۴

تصوف وسلوک' بیعت وارشاد اور روحانی کمالات ۴۰۷

کمسنی میں کسبِ فیض کا اہتمام ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۹
کمسنی میں ولایت مل گئی ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۹
ولی پیدا ہوئے تھے ۔۔۔۔۔۔ ۴۱۰
علوم نبوت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۱
مولانا رفیع الدینؒ کی شہادت ۔۔۔۔۔۔ ۴۱۱
شیخ سے ارتباط کا استحکام ۔۔۔۔۔۔ ۴۱۲

احترامِ شیخ کی دلچسپ ادائیں ---- ۴۱۳
احترامِ اُستاذ کا حیرت انگیز قصہ ---- ۴۱۳
نسبتِ شیخ کا احترام ---- ۴۱۴
ادب کا غلبۂ حال ---- ۴۱۵
شانِ عبودیت اور اذکار و وظائف کا مجاہدہ ---- ۴۱۵
استغراق وفنائیت کا عالم ---- ۴۱۵
تزکیہ مقدم بھی اور مؤخر بھی ---- ۴۱۶
بیعت روحانی استفادہ کا تسلسل ---- ۴۱۷
اجازت وخلافت ---- ۴۱۸
حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی زبان ---- ۴۱۹
زبانِ فیض ترجمان ---- ۴۱۹
پیدائشی باطنی کمالات ---- ۴۲۱
نسبتِ روحانی کا تو کہیں پتہ نہیں ہے ---- ۴۲۱
روحانی جوہر علی الوجہ الاتم موجود ہے ---- ۴۲۳
نسبتِ یعقوبیہ کا احساس ہوگیا ---- ۴۲۴
عرفانی ارتقاء پر شہادت ---- ۴۲۴
تصوف اور سنت وبدعت کی حدود کا تعین ---- ۴۲۵
ذکر جہر، اشغالِ صوفیہ اور بدعت کی تحقیق ---- ۴۲۷
بزرگوں کے ساتھ تدفین باعث خیر وبرکت ہے ---- ۴۲۸
خانوادۂ ولی اللہی سے محبت ---- ۴۲۹
علماء اور فقراء خلاصۂ امت کا دفاع ---- ۴۳۰
بالآخر حاجی محمد یٰسینؒ کی بیعت لے لی ---- ۴۳۱
بیعت لو یا شکر واپس کرو ---- ۴۳۲
اکابر کی اجازت پر بیعت شروع کردی ---- ۴۳۲

گونگا پیر ---- ۴۳۳
نانوتویؒ کا فقیرانہ لباس، گنگوہیؒ کا شاہانہ لباس ---- ۴۳۴
تزکیہ واصلاحِ باطن کا ایک حکیمانہ انداز ---- ۴۳۵
ارشاد ونصیحت میں استعداد ملحوظ رکھتے ---- ۴۳۶
مولانا احمد حسن امروہویؒ کی طبعی مناسبت کا اعتراف ---- ۴۳۸
حاجی محمد اسحٰق مرحوم دوسرے ہی دن اچھے ہوگئے ---- ۴۳۹
دربارِ الٰہی میں لرزاں وترساں ---- ۴۴۰
دارالعلوم دیوبند کے ایک طالب علم کی روحانی امداد ---- ۴۴۱
محمود حسنؒ سے کہہ دو کہ جھگڑے میں نہ پڑے ---- ۴۴۵
سلوک وعرفان کی حقیقت ---- ۴۴۵
وہبی ولدنی علوم ومعارف ---- ۴۴۷
نفسِ کاہل ---- ۴۴۷
مقامِ فنا ---- ۴۴۸
حاجی امداد اللہؒ کا تعلقِ خاطر اور سندِ اعزاز ---- ۴۴۹
بزرگوں کے وہبی علوم ---- ۴۵۰

باب : ۱۵

زُہد وقناعت، استغناء وبے نیازی ۴۵۱

نواب کے پیروں میں مہندی لگی ہوئی تو نہیں ہے ---- ۴۵۳
مخلص ہیں مگر ہیں تو امیر آدمی ---- ۴۵۳
نواب محمود علی خان کی ملاقات سے احتراز ---- ۴۵۴
روپے جھاڑ کر جوتے اُٹھالیے ---- ۴۵۴
پانچ سو تنخواہ ٹھکرادی دس روپے پر قناعت کی ---- ۴۵۶

غریب نوازی تجلّی کا مظہر ۴۵۶
پوشاک میں سادگی اور قناعت ۴۵۷
اولاد کے لئے بھی سادگی وقناعت کا اہتمام ۴۵۸
ہدیہ لینے کے اُصول ۴۵۸
مخلصین اور غریبوں سے تعلقِ خاطر ۴۵۹
تہی دستی کا عالم ۴۵۹
عسرت میں وسعت یا فتوحات ۴۶۰
اسبابِ سفر اور لباس فقیرانہ تھے ۴۶۱
عہدوں اور مناصب سے نفرت ۴۶۲
کپڑے دھونے کا دلچسپ واقعہ ۴۶۳
قلتِ طعام اور اکلِ طعام پر مناظرہ کا دلچسپ لطیفہ ۴۶۳

باب : ۱۶

منامی بشارتیں اور کرامات، روحانی تصرفات اور حیرت انگیز واقعات ۴۶۵

چند منامی بشارتیں ۴۶۷
چھ سال کی عمر میں خواب ۴۶۷
خانہ کعبہ کی چھت پر ۴۶۸
اللہ تعالیٰ کی گود میں ۴۶۸
مرگ وتدفین اور جبرئیل کی آمد ۴۶۹
خواب میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے صحیح بخاری پڑھنے کی سعادت ۴۶۹
اسرار اور راز ونیاز کی بات ۴۶۹
تھانیدار منصب پر برقرار ۴۷۰

علوم کا دریا ۴۷۱
تم بیٹھے رہو، میں زیارت کروانے کے لئے تیار ہوں ۴۷۲
آپ تو مجھے پڑھنے ہی نہیں دیتے ۴۷۲
باطنی قوت کا کامیاب تصرف ۴۷۴
مقامِ ولایت کی رفعتیں ۴۷۵
توجہ اور گریۂ مسلسل ۴۷۶
شیخ الہندؒ کا تقرر، انکار، الامام الکبیرؒ کی شفقت واصرار ۴۷۶
صحیح بخاری کے درس میں بلا وضو بیٹھنے کی ممانعت ۴۷۸
ٹوپی کا تبرک ۴۷۸
شیعوں کے چالیس اعتراضات کے جوابات ۴۷۸
قیامت کی صبح کو اٹھے گا ۴۷۹

باب : ۱۷

عشقِ رسول ﷺ اتباعِ سنت، عاشقانہ ادائیں اور اخلاقِ نبوی سے مشابہت ۴۸۱

عشقِ رسولؐ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ۴۸۳
نبوتِ کبریٰ کی جانب سے حفاظت ونگرانی کا اہتمام ۴۸۴
سنت سے محبت اور انگریز سے نفرت ۴۸۵
جب محبوبِ دوعالم ﷺ کا ذکر سنتے ۴۸۵
غلبۂ حال کی ایک عاشقانہ ادا ۴۸۶
سارا سرمایۂ حیات ۴۸۶
اتباعِ سنت ۴۸۷
روپوشی تین روز سنت ہے ۴۸۸

جو کچھ کیا عملاً وہی کیا ۔۔۔۔۔۔ ۴۸۸
اخلاق نبوی سے مشابہت ۔۔۔۔۔۔ ۴۸۹
تکوینی طور پر ایک سنت کا احیاء و اعادہ ۔۔۔۔۔۔ ۴۸۹
تقریبِ نکاح اور تقریبِ ختم قرآن ۔۔۔۔۔۔ ۴۹۱
حدیث رسولؐ کی عملی تعبیر ۔۔۔۔۔۔ ۴۹۱

باب : ۱۸ ...... ذوقِ شعر وادب، شوقِ تحریر و مطالعہ ۴۹۳

شعری ذوق ۔۔۔۔۔۔ ۴۹۵
قصیدہ بہاریہ ۔۔۔۔۔۔ ۴[illegible]
کہ آئی ہے نئے سر سے چمن چمن میں بہار ۔۔۔۔۔۔ ۴۹۶
مقامِ یار کو کب پہنچے مسکنِ اغیار ۔۔۔۔۔۔ ۴۹۸
زمین کی فضیلت کی دلیل ۔۔۔۔۔۔ ۴۹۹
تو فخر کون و مکان زبدۂ زمین و زماں ۔۔۔۔۔۔ ۴۹۹
ماہتابِ نبوتؐ کی روشنی ۔۔۔۔۔۔ ۵۰۰
لاکھوں اُمیدوں میں بڑی اُمید ۔۔۔۔۔۔ ۵۰۱
ادائے سنت میں تکوینی نظام کی کارگریاں ۔۔۔۔۔۔ ۵۰۲
ہر وقت کتابیں دیکھا کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ ۵۰۳
صحیح بخاری کی تصحیح اور عربی حاشیہ ۔۔۔۔۔۔ ۵۰۳
مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کا کمالِ اعتماد ۔۔۔۔۔۔ ۵۰۴
سو علوم پر ایک تصنیف کا آغاز ۔۔۔۔۔۔ ۵۰۵

باب : ۱۹
علمی مآثر اور تصنیفات تعارف اور مختصر علمی جائزہ ۵۰۷

تحریر و تصنیف کب، کیسے اور کیوں؟ ۔۔۔۔۔۔ ۵۰۹
تحریر کے اغراض و مقاصد ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۰

علمی بے مائیگی کا اظہار ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۰
کتابی بے نوائیاں ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۱
اپنی بے کمالیوں کا اظہار ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۱
دنیائے تصنیف و تالیف کا بے نظیر واقعہ ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۲
شائع شدہ بعض تصانیف ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۳
علمی مکاتیب ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۳
مستقل تصنیفات کا موضوع ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۳
انداز بیان اور طرز استدلال ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۴
الامام الکبیرؒ کی تعلیمی تحریک میں کتاب و سنت کی عطر بیزیاں ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۵
حجۃ الاسلام ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۶
انتصار الاسلام ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۷
تحفۂ لحمیہ ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۷
جواب ترکی بہ ترکی ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۷
قبلہ نما ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۸
تقریر دل پذیر ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۹
آبِ حیات ۔۔۔۔۔۔ ۵۱۹
حیاتِ نبوی کے روحانی و جسمانی پہلوؤں کا اثبات ۔۔۔۔۔۔ ۵۲۰
توثیق الکلام ۔۔۔۔۔۔ ۵۲۱
مکتوبات ۔۔۔۔۔۔ ۵۲۱
خلاصہ ۔۔۔۔۔۔ ۵۲۲
الامام الکبیرؒ کے علمی آثار پر کام کی ضرورت ۔۔۔۔۔۔ ۵۲۳

باب : ۴۰

آخری سفرِ حج اور سفرِ آخرت ۵۲۵

بیت اللہ سے اللہ کی طرف ۵۲۷

آخری سفرِ حج اور غیبی نصرتیں ---------- ۵۲۷

آخری سفرِ حج، آپ حیات اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ---------- ۵۲۷

حاجی صاحبؒ سے ملاقات واحترامات ---------- ۵۲۸

الامام الکبیرؒ کی پیشگی آمد کی خبر ---------- ۵۲۸

گئے نہیں لے جائے گئے ---------- ۵۲۹

امام گنگوہیؒ نے ساتھ لے لیا ---------- ۵۳۰

عاشقانہ سفرِ حج کا آغاز ---------- ۵۳۰

سفرِ عشق کی منزلیں ---------- ۵۳۱

سپیشل ٹرین ---------- ۵۳۲

جب تک نماز ہوتی رہی گاڑی رکی رہی ---------- ۵۳۳

مولانا قاسم نانوتویؒ جہاز کو روک رہے ہیں ---------- ۵۳۳

إنَّمَا أنَا قاسِمٌ کے مظاہر ---------- ۵۳۵

جو محسن ہے وہی خادم بھی ---------- ۵۳۶

مجاہدانہ مساعی کا پاکیزہ صلہ ---------- ۵۳۷

بارگاہِ رسالت میں حاضری کا منظر ---------- ۵۴۰

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی وصیت اور سفرِ آخرت کا اشارہ ---------- ۵۴۰

سفرِ آخرت ۵۴۱

عروج و زوالِ امت، الامام الکبیرؒ کی حسی ذکاوت ---------- ۵۴۱

جس لباس میں انتقال ہوا ---------- ۵۴۲

اسوۂ رسول ﷺ سے مشابہت کی سعادت ---------- ۵۴۳

علاجِ مسنون کا اہتمام ---------- ۵۴۳

علاجِ مسنون کی برکتیں ---------- ۵۴۴

شیخ الہندؒ اپنے استاذ کے طریقہ پر ---------- ۵۴۴

عملِ مسنون کو ترجیح ---------- ۵۴۵

جذبۂ اتباعِ رسول ﷺ کے تین حیرت انگیز کردار ---------- ۵۴۶

مرض الوفات کا آغاز ---------- ۵۴۸

مرض کی شدت میں نماز کا اہتمام ---------- ۵۴۸

جہاز میں مرض کی شدت ---------- ۵۵۰

وطن پہنچ کر بھی بیمار رہے ---------- ۵۵۱

شدتِ مرض میں تدریس کا اہتمام ---------- ۵۵۲

مرض کی شدت میں کثرتِ کار ---------- ۵۵۳

شدتِ مرض میں طویل ترین تقریر ---------- ۵۵۴

خلاصۂ تقریر ---------- ۵۵۵

کرامت کا ظہور ---------- ۵۵۵

جب تلک بس چل سکے ساغر چلے ---------- ۵۵۶

غیب کے اشارے اور ایک خواب کی تعبیر ---------- ۵۵۶

ایک بہت بڑا معاملہ درپیش ہے ---------- ۵۵۷

عیادتِ اُستاد کے لئے سفر ---------- ۵۵۸

عیادتِ استاذ کے لئے دوسرا سفر ---------- ۵۵۹

استاذ کی آرزو، شاگرد کی اطاعت ---------- ۵۶۰

خدمتِ شیخ دوران، مرض کا شدید حملہ ---------- ۵۶۱

وقتِ آخر میں طوالت ---------- ۵۶۲

مولوی محمد قاسم کو لینے آیا ہوں ۵۶۳

میں تو حضور ﷺ ہی کے قدم بہ قدم چلوں گا ۵۶۴

مٹ جانے کے تماشے ۵۶۶

مرض الوفات آخری مرحلے میں ۵۶۶

سر نیاز آستانِ یار پر ۵۶۷

عین نزع کے وقت سلطان الاذکار ۵۶۸

عضو عضو سے ذکر کی آواز ۵۶۹

مقبولیت کے ساتھ رفیق اعلیٰ سے جا ملے ۵۶۹

زندگی بھر کی محنت کا ثمرہ ۵۷۰

حضرت گنگوہیؒ کے صدمے کی جھلک ۵۷۰

وفات سرورِ عالم کا یہ نمونہ ہے ۵۷۱

منظوم تاریخ وفات ۵۷۲

ہنگامہ گریہ وبکا ۵۷۲

کمبل پوش فقراء ۵۷۳

قبر سے خوشبو ۵۷۴

گنجینۂ علوم بے گنج زر نہیں ۵۷۵

باب : ۲۱

آئینۂ حیات ...... الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

عرضِ مؤلف

الحمد لحضرة الجلالة والصلوة والسلام علٰی خاتم الرسالة۔

دن کا اُجالا رات کی سیاہی میں اور رات کی سیاہی دن کے اُجالے میں تبدیل ہو رہی ہے۔ زمانہ کسی کی پروا کیے بغیر اپنی برق رفتاری کے ساتھ رواں دواں ہے۔ دنیا میں بے شمار لوگ آئے اور چلے گئے، کسی کی حیات کے نقوش سرے سے مٹ گئے اور کسی کے اوجھل ہو گئے لیکن بہت سے خوش نصیب ایسے ہیں جن کو دنیائے فانی سے گذرے ہوئے صدیاں بیت گئیں تاہم ان کے نقوشِ زندگی آج بھی انتہائی نمایاں ہیں جو مٹائے نہیں مٹتے، ان کے نقوشِ زندگی میں علم وعمل کا سرمایۂ تقویٰ وطہارت کی پاکیزگی عزم وحوصلہ کا عنوان سنہرے کارنامے اور زندگی کے نشیب وفراز بیک وقت دکھائی دیتے ہیں اور آدمی کا ذہن ایسی عبقری شخصیات سے بغیر ملاقات وگفتگو کیے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور زبان مدح سرائی پر مجبور ہوتی ہے۔

0

ایسی نابغۂ روزگار شخصیات کا چشمۂ فیض نسل در نسل جاری رہتا ہے اور تشنگانِ علم وفن کو رہنمائی ملتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ادوار میں اکثر رہنمایانِ ملت کے حالاتِ زندگی اس غرض سے قلم بند کیے گئے کہ آنے والی نسلیں ان سے فائدہ اُٹھائیں، ان کے کردار کی روشنی میں اپنی زندگی کے خطوط متعین کریں تاکہ کامیابی وکامرانی کی منزلوں سے ہم کنار ہوں۔ ایسی ہی نامور اور عظیم ہستیوں میں الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ذات بابرکات بھی تھی۔ آپ کی سیرت کا ہر پہلو ہمارے لئے پیغامِ عمل

اور نشانِ منزل بن سکتا ہے۔ آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ کوئی گوشۂ ارض ایسا نہیں جہاں آپ کا کوئی نام لیوا نہ ہو۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں آپ کے کسی فیض یافتہ نے مسندِ علم و عرفان نہ سجائی ہو۔

..........0..........

الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بیک وقت معقولات کے دقیق النظر اور کامل الفن عالم، وسیع النظر محدث، نکتہ شناس اور نکتہ آفریں مفسر، بالغ نظر فقیہ و متکلمِ عصر، وسیع النظر مناظر، سیال قلم مصنف، علم آموز استاد و مدرس اور عشق رسول ﷺ سے بھرا ہوا دل رکھنے والے عالمِ دین تھے۔ الامام الکبیرؒ وہ عظیم انسان تھے جن کے سر پر اللہ نے ظلمت کدۂ ہند میں اشاعت دین کا سہرا باندھا جن کی مومنانہ بصیرت، مجاہدانہ جدوجہد، حکیمانہ علوم اور جدید علم کلام کی وجہ سے خداوند کریم نے دورِ غلامی میں اسلام اور اسلامیانِ ہند کے علوم و تہذیب کو محفوظ رکھا۔ بلاشبہ الامام الکبیرؒ کی نظیر قرونِ اولیٰ ہی میں مل سکتی ہے۔ علم میں، عمل میں، جہاد میں، عبادت میں، ریاضت میں، تدبر میں، سیاست میں اور تصوف و سلوک میں حضرت الامام الکبیرؒ یکتائے روزگار تھے۔ حضرت نانوتویؒ کی ذات ستودہ صفات انیسویں صدی کے نصف آخر میں بے شبہ آیۃ من آیات اللہ تھی۔ آپ کے علمی، اخلاقی اور روحانی کارنامے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ قدرت نے رازیؒ کا فلسفہ، شعرانیؒ کا علم الکلام، مجدد الف ثانیؒ کی غیرت و حمیتِ اسلامی، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی فکر یہ سب چیزیں فیاضی سے الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ میں جمع کر دی تھیں۔

..........0..........

احقر نے الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے تذکرہ و سوانح پر آج سے کوئی پچیس (۲۵) سال قبل کام شروع کیا تھا۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی سوانح قاسمی میرے مطالعہ میں تھی۔ بقول حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مولانا مناظر احسن کے تمام مناظر احسن ہیں۔ سوانح قاسمی میں انہوں نے الامام الکبیرؒ کے سانحۂ ارتحال کے پون صدی (۷۵) سال بعد بھی اپنی اس خداداد صلاحیت کے وہ جوہر دکھائے کہ دیو بند کی مجلس شوریٰ نے اپنے موضوع پر اس کتاب کو حرفِ آخر قرار دیا۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے تین جلدوں میں سوانح قاسمی مکمل کی۔ اُس دور اور زمانے کے

حالات، اور علم و ادب کے تقاضے نبھائے بلکہ بحث و تحقیق، استنباط و استخراج، حوالہ جات اور تحقیق و تنقید کا حق ادا کر دیا۔ ان کے بعد حضرت الامام الکبیرؒ پر جتنی بھی تصنیفات آئیں یا مضامین اور مقالہ جات لکھے گئے زیادہ تر سوانح قاسمی ہی ان کا ماخذ رہی۔ احقر نے بھی سوانح قاسمی سے بھرپور استفادہ کیا۔ سوانح قاسمی بھی مناظر احسن گیلانیؒ کی تمام کتابوں کی طرح میری محبوب کتاب ہے۔ تاہم سوانح قاسمی کے بارے میں شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہٗ رقمطراز ہیں کہ :

"ماضی قریب کے مؤرخین میں سے حضرت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے تین جلدوں میں "سوانح قاسمی" مرتب فرمائی جو عرصہ ہوا منظرِ عام پر آ چکی ہے، لیکن مولانا گیلانیؒ ایک ایسے قلم کے بادشاہ ہیں جس کی "قلمرو" موضوع کی سرحدوں سے نا آشنا ہے، اس لئے ان کی تالیف عام معلومات کا تو بیش بہا خزانہ ہے لیکن وہ شخص اس سے کما حقہٗ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا جو صرف حضرت نانوتویؒ کی سوانح اور کارناموں کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہو"۔

(ماہنامہ البلاغ محرم ۱۳۹۰ھ)

بہر حال سوانح قاسمی کی ضخامت، ہر واقعہ کے ساتھ گرد و پیش کے حالات، استدلال و اثبات اور دلائل و شواہد میں وسعت، علمی اور قلمی جولانیاں، عاشقانہ و الہانہ اور مخصوص طرزِ تحریر کے پیشِ نظر نسلِ نو سوانح قاسمی سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کر سکتی۔ ایک تو کتاب ضخیم ہے عام طلبہ کی قوتِ خرید سے باہر ہے، دوسرا اتنا وقت کہاں کہ مکمل کتاب پڑھی جا سکے۔ تیسرا مناظر احسن گیلانیؒ کی تحریر سے وہ لوگ زیادہ مستفید ہو سکتے ہیں جو ان کے اسلوبِ تحریر سے مانوس ہوں، ہر شخص برادرم مولانا قاری محمد عبد اللہ جیسا دل، جذبہ، وقت اور علم و ادب کا رَسیا کب ہو سکتا ہے کہ اسے علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کے ہر ہر جملے پر وجد آئے۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ بڑے ادیب تھے، محقق تھے اور اچھے خاصے شاعر تھے۔ ان کی علمی اور ادبی خدمات کی ایک دنیا معترف ہے۔

..........0..........

احقر نے پچیس سال قبل سوانح قاسمی سے اخذ و انتخاب کر کے ان ہی کی تحریر میں الامام الکبیرؒ کا مختصر تذکرہ مرتب کر لیا تھا۔ اپنے ایک قریبی اور بہت ہی قریبی شاگرد کو وہ کتاب صرف اس لئے دے دی

تھی کہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور اپنے مستقبل کے لائحہ عمل کو اس کی روشنی میں مرتب کریں۔ شاگردِ رشید کتاب لے گئے اور طویل ترین عرصے میں وہ اپنا لائحہ عمل مرتب کرتے رہے۔ مجھے اپنی کتاب کا مسودہ ایک شاگرد کے حوالے کرنے کا منظر تو یاد رہا مگر بعد میں ان کی صورت اور نام بھول گیا۔ اللہ کی قدرت کہ چند سال قبل جب ایک مدرسہ کے اساتذہ جامعہ ابوہریرہ آئے۔ کسی حوالے سے احقر نے اپنی وہی درد بھری روئیداد کتاب کے حوالے سے سنائی اور ایک تلمیذِ رشید نے جس طرح احسان کا بدلہ چکایا سب کے سامنے اس کا رونا بھی رویا، سامعین کے دل پسیج گئے۔ تو ان ہی مدرسین میں سے ایک صاحب نے پچیس سال بعد معذرت کے ساتھ کتاب واپس کردی۔ اس دوران عزیزم حافظ قاری حبیب اللہ کے اصرار و تکرار سے ماہنامہ القاسم میں الامام الکبیرؒ کے تذکرہ وسوانح پر مشتمل پانچ اقساط شائع بھی ہوئے لیکن یہ سلسلہ آگے نہ چل پایا۔

..........................0..........................

ظاہر ہے کہ ربّ ذوالجلال جب کسی کام کی تکمیل کرانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لئے ذرائع واسباب خود مہیا فرما دیتے ہیں، چنانچہ عین اس وقت جب یہ کام تشنہ تکمیل تھا، اور میری آرزو تھی کہ الامام الکبیرؒ کی سوانح کتابی شکل میں مرتب ہو کر افادۂ عام کے لئے شائع ہو جائے۔ اچانک مسودات ہاتھ لگے ادھر جامعہ ابوہریرہ کے سالِ نو (شوال ۱۴۳۲ھ) کے داخلے شروع ہوئے، طلبہ کی آمد آمد سے فیض و برکت کی آمد بھی ہونے لگی۔ اللہ کا نام لے کر پھر سے کام شروع کر دیا۔ سوانح قاسمی سمیت متعدد ماٰخذ' تاریخی دستاویزات' اہم مطبوعات' اربابِ فضل وکمال کے علمی مضامین اور تحقیقی مقالات سے پھر سے بھرپور اخذ و استفادہ شروع کر دیا۔ اسفار بھی جاری رہے، انتظامی خدمات بھی، تدریسی تیاریاں بھی اور ساتھ ساتھ الامام الکبیرؒ کے حالات وسوانح کی جمع وتدوینِ نو بھی۔ اس دوران مزید کام حرمین شریفین میں صفر ۱۴۳۳ھ میں ہوتا رہا۔ وہاں کی اپنی برکات ہیں اور پیشِ نظر کتاب انہی برکات کا ظہور ہے جو سوانح قاسمی کی تکمیل واشاعت کے ساٹھ (۶۰) سال بعد جدید لباس میں' ترتیب وتدوینِ جدید کے ساتھ نذرِ قارئین ہے۔ اربابِ علم ودانش کی خدمت میں یہی درخواست ہے کہ اگر اپنے مشوروں' مفید آراء اور مزید مواد ومعلومات مہیا کریں گے تو آئندہ ایڈیشن میں اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

..........................0..........................

بہر حال کتاب کی ترتیب میں اِس امر کی پوری کوشش کی گئی کہ الامام الکبیرؒ کے تذکرہ وسوانح کا یہ ایڈیشن ہر حیثیت سے جامع اور مکمل ہو۔ یہ اعتراف کرنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ الامام الکبیرؒ جیسی عظیم ہستی جن کی ساری زندگی رُشد وہدایت کا مرکز تھی، اور جن کی زندگی پوری نصف صدی کی مکمل تاریخ تھی۔ مختصر وقت اور محدود صفحات میں سمیٹنے کی سعی مشکور بہت مشکل اور سخت دشوار ہے۔ میں سمجھتا ہوں الامام الکبیرؒ کی حیات وخدمات سادہ اور پُرخلوص زندگی' علم وعمل سے مزین شب وروز' علم اور تحقیق میں ڈوبے رہنے میں ان کا مزاج اور تصنیف وتالیف کی دنیا میں ان کی انفرادیت کچھ ایسے گوشے ہیں جن پر مزید کام کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

..........................0..........................

الامام الکبیرؒ کے تذکرہ وسوانح اور افکار ومعارف پر کوئی تحریر' مقالہ اور کتاب لکھنا ایسی چٹان سے ہیرا نکالنے کے مترادف ہے، جس میں ہیروں کے زبردست ذخائر موجود ہوں لیکن اس کی گہرائی اور عمق تک رسائی کے لئے تیشۂ فرہاد کی ضرورت ہو، اس کا اندازہ ومشاہدہ احقر کو پیشِ نظر کتاب کی ترتیب وتدوین کے دوران قدم قدم پر ہوتا رہا۔ یہ نئی ترتیب، جدید تدوین اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق تذکرہ وسوانح کی تالیف جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اللہ کا شکر ہے اللہ نے استقامت بھی دی اور توفیق بھی اور غیبی نصرت ومدد سے کام کی تکمیل کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔

..........................0..........................

نہ تو یہ کوئی نئی مستقل تصنیف ہے اور نہ کوئی جدید تحقیق، نہ کسی نئی تاریخ کی تدوین ہے اور نہ بظاہر کوئی جدید شہ کار علمی اور تاریخی دستاویز...... البتہ اسے ہم الامام الکبیرؒ کا ایک مطالعہ' ان کے تذکرہ وسوانح کی تدوینِ جدید اور ان کے علمی کارناموں کا نیا ایڈیشن اور دورِ جدید کے تقاضوں کے پیشِ نظر ایک جدید تالیف کہہ سکتے ہیں۔ احقر نے اکابر علماءِ دیوبند کی کتابوں اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی تحریروں' اربابِ فضل وکمال کے مضامین' کتابوں اور الامام الکبیرؒ کے معاصرین کے اقوال وارشادات سے اقتباس کر کے انہیں اپنی طالبعلمانہ سطح کی ذہنی سمجھ بوجھ کی حد تک مرتب کر دیا ہے۔

..........................0..........................

موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں پورے عالم اسلام میں جہاد کے غلغلے ہیں۔الامام الکبیر حضرت نانوتویؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے روحانی ابناءِ عالمی کفری اتحاد نیٹو کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، ایسے عالم میں المجاہد الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی سوانح، پیغام اور تعلیمی و جہادی نظام ان کے لئے ایک مبارک لائحہ عمل اور وقت کا تقاضا ہے اور كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (بقرہ: ۲۰۵) (نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں) کی بشارت، وعدہ اور ایک عظیم خوشخبری بھی۔

القاسم اکیڈمی سے اب تک اکابر کے جتنے سوانحات شائع ہو چکے ہیں اور اب الامام الکبیر حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی سوانح آپ کے ہاتھوں میں ہے۔تمام سوانحات میں ایک قدر مشترک ہے۔وہ یہ کہ اکابر سے متعلقہ کتابوں کو سوانح عمری تاریخ، صرف ذوقِ مطالعہ کی تکمیل کے خیال اور نقطۂ نظر سے نہ پڑھیں بلکہ اکابر کے آئینہ کردار میں اپنی زندگی سنوارنے کے نقطۂ نظر سے پڑھنے کی کوشش فرمادیں، تب فائدہ ہوگا، ان شاء اللہ۔

عبدالقیوم حقانی
صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
خالق آباد نوشہرہ کے پی کے پاکستان
یکم رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ/۲۰ رجولائی ۲۰۱۲ء

الامام الکبیرؒ
کی فکری خصوصیات کے چند پہلو

الامام الکبیر مولانا قاسم نانوتویؒ کی تحریروں سے جو نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں اس کی روشنی میں ان کی فکری خصوصیات کے چند پہلو خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں:

(ا) اُمتِ مسلمہ کے مختلف مسالک ومذاہب اور نظریاتی گروہوں کی تکفیر وتفسیق، تحقیر وتنقیص اور توہین وتذلیل کی روش سے اجتناب واحتیاط اور ان کے تئیں توازن واعتدال کا رویہ، نفرت کے بجائے محبت، دوری کے بجائے قربت اور ناانصافی کے بجائے انصاف کی راہ اختیار کرنے کی حکمت۔

(ب) دینی ودنیوی تعلیمات کی افادیت کا اقرار اور اس کی اہمیت کا اعتراف۔

(ج) سماج اور سوسائٹی سے تعلق وربط، سماجی اصلاحات کی ضرورت پر زور۔

(د) عالمی مسائل اور اُمت مسلمہ کے حالات پر مسلسل نظر۔

(ہ) توکل علی اللہ اور صدق حالی ومقالی کی زندگی۔

(الامام محمد قاسم نانوتویؒ، حیات، افکار، خدمات ص: ۲۱،۲۲)

الامام الکبیرؒ کا لقب کیوں ؟

○ الامام الکبیرؒ کا لقب میرا ایجاد کردہ نہیں' اسے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے بار بار لکھ کر ان کا اسمِ علم بنا دیا ہے، مگر سچ پوچھئے تو ان کے لئے قادر وقیوم ہی نے "الامام" کا لقب کا سزاوار ہونا مقدر کر دیا تھا۔ اسی وجہ کے پیشِ نظر اہم کارنامے انجام پا گئے۔ ہندوستان کی علمی جامع تاریخ "نزهة الخواطر" (الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام) کے بالغ نظر مرتب ومصنف (جو ایک ایک لفظ ناپ تول کر لکھنے کے لئے مشہور ہیں) نے ہندوستان کے قریبی زمانہ کے علماءِ کبار میں صرف دو شخصیتوں کے لئے "الامام" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ایک شہرۂ آفاق درسِ نظامی کے بانی ملا نظام الدینؒ فرنگی محلی کے لئے' دوسرا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے لئے، بلکہ دونوں شخصیتوں کا تذکرہ ایک ہی طرح کے القاب سے شروع کیا ہے:

"الشيخ الإمام العالم الكبير"۔

○ الامام الکبیرؒ کی امامت (بلکہ خود امامت کی تحقیق) کے مظاہر وامتیازات کے لئے مولانا مناظر احسن گیلانی کی مرتب کردہ "سوانح قاسمی" دیکھنی چاہیے۔ مولانا گیلانیؒ نے الامام الکبیرؒ کی امامت کا غیبی اشارہ دینے والا ایک خواب بھی نقل کیا ہے۔ (سوانح قاسمی ج۱ص۱۳۲)

خواب میں الامام الکبیرؒ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نگینہ دیکھا تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ط"۔ (بقرہ:۱۲۴)

اسی خواب سے الامام الکبیر حضرت نانوتویؒ کے غیر معمولی طور پر مہمان نواز ہونے کی توجیہ بھی مولانا گیلانی نے کی ہے۔ (سوانح قاسمی حاشیہ ج۱ص۵۲۷)

اسی طرح ایک مجذوب کی صحیح بخاری کا نسخہ ہاتھ میں لے کر پیشگوئی بھی کہ :

"جا تو بڑا عالم ہے"۔ (سوانح قاسمی ج۱ص:۲۵۶)

○ قائدِ ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ کی تفسیر میں لفظِ امام کے نو (۹) معانی لکھے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں کہ :

(ا) امام سے مراد پیشوا ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے پیشواؤں کے ساتھ بلایا جائے گا۔

(ب) عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے : يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ إِنْسَانٍ بِإِمَامِ عصر یعنی تمام لوگوں کو ان کے زمانے کے اماموں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ (مظہری ج:۵ ص:۴۷۰)

(ج) بعض نے کہا کہ اپنے اپنے قائدین کے ساتھ لوگوں کو بلایا جائے گا۔ جیسے بعض نے کسی بڑے محدث' مجتہد کو امام اور قائد بنایا ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے رئیس الفلاسفہ کو قائد بنایا ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے شیطان کو قائد تسلیم کیا ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ لوگوں کو اپنے اپنے قائد کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔

(د) عقائد کے باب میں جو مشہور ائمہ ہیں' امام ابومنصور ماتریدیؒ، امام ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ......الغرض خوارج کو اپنے امام کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ معتزلہ کو اپنے امام کے ساتھ، قادیانیوں کو مرزا کے ساتھ، پرویزیوں کو غلام احمد کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔

(ر) سیاسی ائمہ بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ (تفسیر محمود ج:۲ ص:۳۵۲)

بہر حال اس حوالے سے الامام الکبیرؒ کا اپنا ایک مقام ہے۔ وسیع اور عظیم ترین حلقۂ افادہ وافاضہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ہزاروں فضلاء' روحانی ابناء' دنیا بھر کے ہزارہا جامعات' دارالعلوم اور دینی مدارس کا وسیع ترین مستحکم نیٹ ورک ہے۔ اس تمام تر منظر کو سامنے رکھتے ہوئے "الامام الکبیرؒ" کا لقب قدرت کی طرف سے حد درجہ' موزوں' برحق اور لائق صد تکریم اعزاز ہے جو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو بخشا گیا ہے۔

نصب العین

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ تحریر فرماتے ہیں :

الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نصب العین کا مرکزی نقطہ تعلیمی سمت تھی۔ جس سے علم الٰہی کی شعاعیں ہند و بیرونِ ہند پر پڑیں، پھر اس کے تحت آپ کی اخلاقی قوتوں کے تصرفات کا مرکز تربیت وارشاد تھا۔ جس سے وجد و حال کے نقشے طالبوں کے دلوں میں جمے، آپ کے جوشِ عمل کا نقطہ اعلاء کلمۃ اللہ تھا، جس سے جوش جاں سپاری مجاہدوں میں پیدا ہوا۔ آپ کی دینی مدافعت بیضۂ اسلام کی حفاظت اور تمام غیر اسلامی حملوں سے مذہبی سرحدات کی نگہداشت تھی۔ جس سے دین کو قرار ہوا۔ آپ کی اندرونی طور پر عقلی آزادی اور فکری بے قیدی کے حملوں کی علمی مدافعت کا نقشہ آپ کی وہ فلسفیانہ تصانیف تھیں، جنہوں نے وقت کے فلسفہ پسند اور منطق نواز حلقوں میں ہلچل پیدا کردی۔ قوم کے عملی نقائص اور معاشرتی کمزوریاں رفع کرنے کے لئے آپ کے اصلاحی اقدامات کا خاکہ علمی مواعظ اور عملی تنظیم تھی۔ جس سے بگڑی ہوئی معاشرت درست ہوئی، پھر دفاع و تعمیر کے اس مرکب نصب العین کو بروئے کار لانے اور منظم طریق پر چلانے کے لئے آپ نے جو اہم ترین مرکزی مورچہ تیار کیا وہ دارالعلوم دیوبند تھا جس میں آپ کے نصب العین کے تمام بنیادی نقوش مرتسم تھے جو ایک ایک کرکے اُبھرے۔ اس یادگار زمانہ مرکز کے راستہ سے آپ نے ایک ایسا حکیمانہ نظام یادگار چھوڑا جس سے بیک وقت عالم درویش، مجاہد اور صالح و مصلح افراد ڈھل ڈھل کر نکلتے رہیں اور کام چند شخصیتوں تک محدود نہ رہ جائے۔

آپ کی اس مرکزی دعوت اور بنیادی رعایت نے نہ صرف نگاہوں اور دلوں کے رُخ ہی آپ کی طرف پھیر دیئے بلکہ وقت کے نازک حالات کی ان چارہ سازیوں نے جو آپ کے وجودِ باوجود سے نمایاں ہوئیں، عرب وعجم کی توجہات کو آپ کی ذات میں مرکوز بنادیا، اور آپ ایک ایسے محبوب القلوب اور مرجع الخلائق زعیم و رہنما کی صورت سے قوم میں نمودار ہوئے کہ لوگ جوق جوق آپ کے پیش کردہ نصب العین کے دامن میں پناہ لینے لگے۔ (سوانح قاسمی ج:۱، ص:۲،۳)

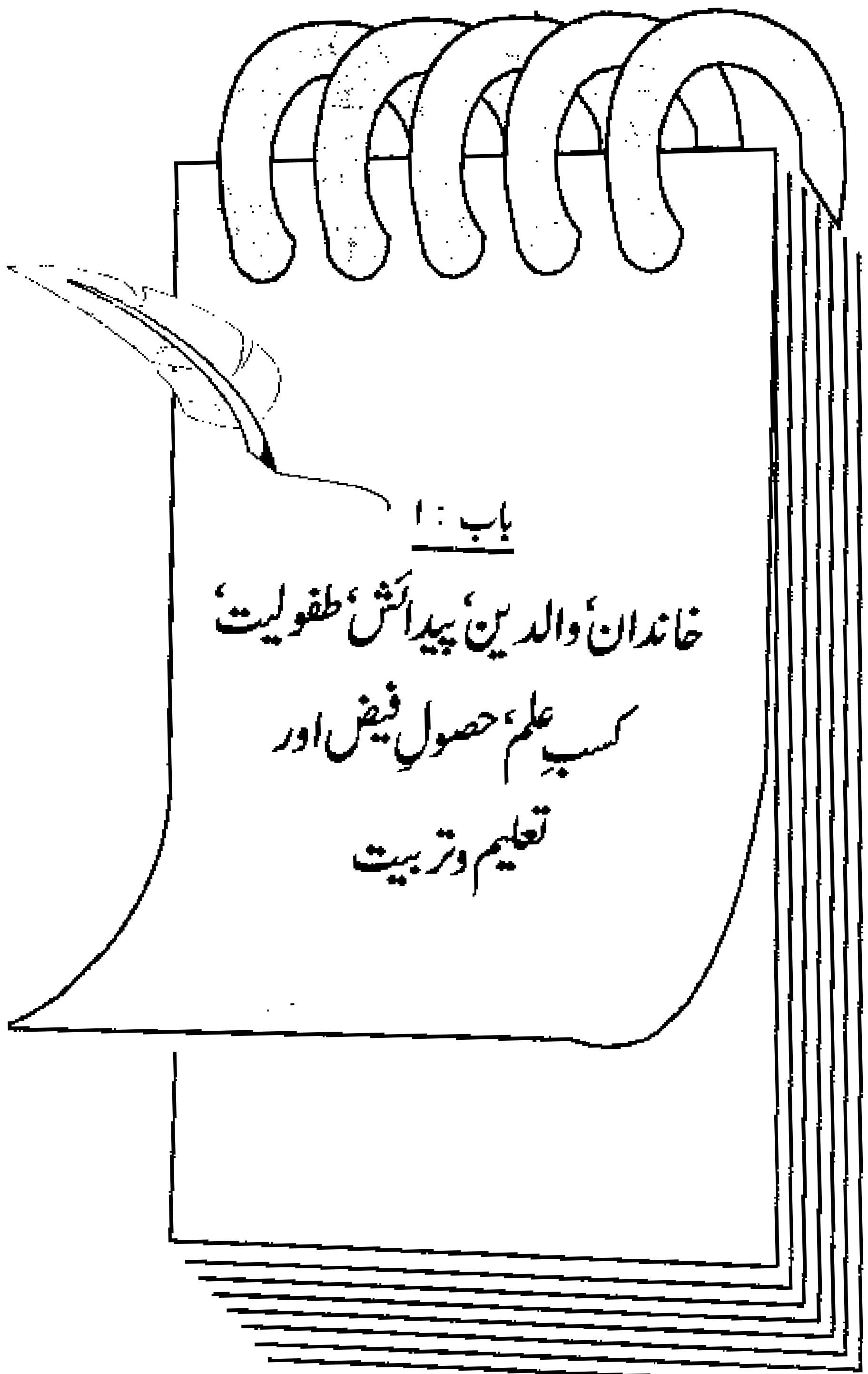

اہلِ علم جانتے ہیں کہ مدارِ نجات نسب نہیں عملِ صالح ہے اگر نسبی حیثیت سے کوئی اعلیٰ و ارفع مقام کا حامل ہے لیکن اعمالِ قبیح کا خوگر ہے تو مثلِ پسرِ نوح راندۂ درگاہِ خداوندی ہے اور اگر نسبی حیثیت میں کمزور نسبت رکھتا ہے مگر تقویٰ و طہارت اور اطاعت میں مضبوط ہے تو اس کی کامیابی یقینی ہے تاریخ کے اوراق پلٹیے اور تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو تاریخ بتائے گی کہ ابوجہل قریش کے سرداروں میں تھا اور مؤذنِ رسول حضرت بلالؓ حبشہ کے رہنے والے ایک غلام تھے۔ تاریخ کا فیصلہ موجود ہے کہ شرف ابوجہل کو نہیں حضرت بلالؓ کو ملا۔ اگر معیارِ عزت و کامرانی خاندان و قبیلہ ہوتا تو دستارِ فضیلت اور شرف و مقام ابوجہل کے حصے میں آتے لیکن تاریخ کے ترازو نے بلالؓ کے سر پر عظمت اور رفعت کی دستار سجا دی ہے۔ اور ابوجہل کو گالی بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابرؒ نے نسب فروشی کی دُکان آراستہ نہیں کی۔ انہوں نے جوہرِ ذاتی کو معیارِ شرف قرار دے کر اس کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ الامام الکبیر حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا دماغ غرورِ نسب سے خالی تھا۔ تاہم ریکارڈ اور تاریخ کی درستگی کے لئے تاریخی روایات کے مطابق عرض ہے کہ :

خاندان ونسب :

الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا خانوادہ اپنے شجرۂ نسب کو محمد بن ابی بکر صدیق کے صاحبزادے ''قاسم بن محمد'' پر ختم کرتا ہے۔ قاسم بن محمد کے تفصیلی حالات طبقات ابن سعد میں پڑھے جاسکتے ہیں۔ قاسم بن محمد نے والد کی شہادت کی وجہ سے اپنی پھوپھی اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آغوشِ تربیت میں پرورش پائی۔ علم و فضل میں ان کا مرتبہ کتنا بلند تھا اور اس کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ عہدِ تابعین میں مدینہ منورہ کے فقہاءِ سبعہ کے ایک رکنِ رکین یہ بھی تھے۔ سیرت و کردار اور دل و دماغ کی بلندی کے لئے یہی کافی ہے کہ جب بنی امیہ کے لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پریشان کیا تو انہوں نے دھمکی دی تھی کہ مدینہ منورہ جا کر خلافت کو مسلمانوں کی شوریٰ کے سپرد کر دوں گا اور فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس کے سب سے بڑے حق دار قاسم بن محمد ہیں۔

امام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے مؤرث اعلیٰ ''قاسم بن محمد'' امام جعفر صادق کے نانا تھے۔ (فیوض قاسمیہ ص ۱۶)

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں :

''دار العلوم دیوبند کے کتب خانہ میں الامام الکبیر مولانا نانوتویؒ کی ایک قلمی یادداشت ملی ہے جس میں اپنے دستِ مبارک سے منجملہ دوسری چیزوں کے حضرت نانوتویؒ نے اپنا نسب نامہ بھی درج فرمایا ہے۔ اس نسب نامہ میں نانوتہ کے صدیقی قاسمی شیوخ کے مؤرثِ اعلیٰ مولوی محمد ہاشم سے اوپر کے اسماء بھی بایں ترتیب پائے جاتے ہیں۔

محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاؤ الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی ہاشم بن شیخ شاہ محمد بن قاضی طٰہٰ بن شیخ مفتی مبارک بن امان اللہ بن جلال الدین بن قاضی شیخ میران بڑے بن قاضی مظہر الدین بن نجم الدین بن نور الدین بن حسام الدین بن ضیاء الدین بن نور الدین بن نجم الدین بن نور الدین بن رکن الدین بن رفیع الدین بن ضیاء الدین بن شہاب الدین بن خواجہ یوسف بن شیخ جلیل بن صدر الدین بن شیخ رکن الدین سمرقندی بن صدر الدین حاجی بن اسماعیل شہید بن نور الدین قتال بن شیخ محمود بن بہاؤ الدین بن عبداللہ بن زکریا بن شیخ نور بن سراج الدین ابن شیخ سادھن صدیقی ابن وجیہ الدین ابن مسعود ابن عبدالرزاق ابن قاسم بن محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ۔

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۱۲۹)

دادا اور نانا مرحوم :

الامام الکبیرؒ کے دادا کا نام شیخ غلام شاہ تھا۔ واجبی تعلیم تھی لیکن ذاکر شاغل انسان تھے اور تعبیرِ خواب میں بہت مشہور تھے۔ فقراء، مساکین اور درویش صفت لوگوں کے خادم اور نوکر تھے۔ الامام الکبیرؒ کے نانا کا نام شیخ وجیہہ الدین تھا۔ متمول اور نمایاں حیثیت کے مالک تھے اپنے علاقے ضلع سہارنپور میں وکالت کرتے تھے۔ موصوف فارسی بہت عمدہ جانتے تھے، اردو کے شاعر تھے، کچھ کچھ عربی زبان سے بھی آگاہ تھے، بڑے تجربہ کار اور لائق آدمی تھے۔

4 ## تذکرہ والدین :

الامام الکبیرؒ کے والد کا نام شیخ اسد علی تھا۔ شاہ نامہ تک فارسی کی کتابیں دتی میں پڑھ چکے تھے۔ باوجود خواندہ ہونے کے کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں کہ :

''شاہ نامہ اس زمانہ کے اعتبار سے فارسی ادب کے حصہ نظم کی آخری کتاب تھی۔ شاہ نامہ تک پڑھ لینے کے یہی معنیٰ ہو سکتے ہیں کہ فارسی ادب کے کامل نصاب کی تعلیم شیخ اسد علی حاصل کر چکے تھے۔ موجودہ رواج کے مطابق جو حیثیت انگریزی ادب کے گریجویٹ کی ہوتی ہے گویا فارسی ادب کے لحاظ سے شیخ اسد علی تعلیم کے اس معیار کی تکمیل کر چکے تھے۔

دتی سے تکمیلِ تعلیم کے بعد شیخ اسد علی نے کوئی دوسرا معاشی ذریعہ اختیار نہیں کیا بلکہ جو موروثی زمینداری ان کے گھر میں چلی آرہی تھے اس کی دیکھ بھال میں مشغول رہے ان کی اس مشغولیت کی تعبیر یہ کی گئی ہے کہ وہ کھیتی باڑی کرتے تھے بالفاظ دیگر مطلب یہ تھا کہ ان کی گذر بسر کا ذریعہ وہی کاشتکاری تھی جو اُن کے گھر ہوتی تھی'' (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۱۲۲)

ارواحِ ثلاثہ میں امیر شاہ خان صاحب کی طرف منسوب کر کے یہ لطیفہ درج کیا گیا ہے کہ اپنے وقت کے مشہور ادیبِ جلیل مولانا فیض الحسن اور الامام الکبیر مولانا قاسم نانوتویؒ میں ہم عمری کی وجہ سے ایک گونہ ایسے تعلقات تھے کہ باہم دونوں میں مزاح اور ظرافت کی گفتگو بھی کبھی کبھی ہو جایا کرتی تھی۔

ایک دفعہ مولانا فیض الحسنؒ نے مولانا نانوتویؒ کو خطاب کر کے کہنا شروع کیا کہ :

''اے اسد علی کے بیٹے! تو تو کھیتی کرتا کس نے تجھے مولوی بنا دیا تیرے پاس تو دو بیل ہوتے اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تک تک، بر بر کرتا رہتا''۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۷۷)

الامام الکبیرؒ کے والدؒ عادات و اطوار کے لحاظ سے صاحبِ مروّت، خوش اخلاق، کنبہ پرور، مہمان نواز اور پرہیزگار انسان تھے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ رقمطراز ہیں :

''بہر حال میرا خیال یہی ہے کہ ایک بڑے بیٹے (مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) کے شیخ اسد علیؒ اتنے بڑے باپ تو یقیناً نہ تھے جتنی بڑائیاں ان کے صاحبزادے کو قدرت کی طرف سے ارزانی

ہوئی تھیں لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ اتنے چھوٹے بھی نہ تھے کہ حضرت نانوتویؒ جیسے بیٹے کے پدر بزرگوار ہونے کا انتساب ان کی طرف کسی حیثیت سے موجب شرمندگی ہو بلکہ چشمِ بینا کے سامنے تو بیٹے کی بڑائیاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود باپ کے اندر سے جھانک رہی ہیں''۔ (سوانح قاسمی ج:۱،ص:۱۳۳)

الامام الکبیرؒ کی والدہ ماجدہ سہارنپور کی ایک متمول ومعزز شخصیت محترم شیخ وجیہہ الدین کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کے نامِ نامی کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا اور مزید کوئی تفصیل بھی۔

پیدائش وجائے پیدائش :

الامام الکبیرؒ ۱۲۴۸ھ کے کسی مہینہ غالباً شعبان یا رمضان میں بمقام نانوتہ پیدا ہوئے۔ عیسوی حساب سے یہ ۱۸۳۲ء یا ۱۸۳۳ء بنتا ہے۔

محمد قاسم آپ کا عام نام اور خورشید حسین تاریخی نام رکھا گیا۔ الامام الکبیرؒ کی جائے پیدائش نانوتہ ہے۔ نانوتہ ضلع سہارنپور کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ جو دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں بہت پُر رونق اور آباد وشاداب شہر تھا۔ بعد میں نواب جلال خان (بانی قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر، یوپی) اور سکھوں کے مذہبی پیشوا، گرو گوبند سنگھ کے درمیان ایک شدید جنگ میں تباہ وبرباد ہوگیا تھا۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے تک نیم ویران سا رہا اب ترقی پذیر ہے۔

نانوتہ چھوٹا شہر :

نانوتہ کی اس بستی کو خود اس بستی کے اہل علم وقلم کی کتابوں اور تحریرات میں ''چھوٹے شہر'' کے نام سے درج اور یاد کیا جاتا تھا۔ مشہور عالم دین اور ''اظہار الحق'' جیسی شہرہ آفاق کتاب کے مصنف مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے بھی اپنی ایک تحریر میں یہاں کی علمی بستیوں کا ذکر کرتے ہوئے نانوتہ کو ''چھوٹا شہر'' لکھا ہے۔ لکھتے ہیں :

بعض جگہیں بعض چیزوں میں مشہور ہیں جیسے میری بستی کیرانہ اور نانوتہ (جس کے رہنے

والے مولوی قاسمؒ اور مولوی یعقوبؒ وغیرہم تھے) نحوست میں مشہور ہیں کہ عوام صبح کو ان کا نام بھی نہیں لیتے کیرانہ کو بیریوں والا شہر اور نانوتہ کو چھوٹا شہر کہتے ہیں۔ (تقدیس الوکیل مطبوعہ لاہور)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں :

''نانوتہ کے نام چھوٹے شہر سے قصبہ کے بعض باشندوں کو برہم پاکر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے فرمایا: بھائی! اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے بلکہ اس نام سے تو خوش ہونا چاہیے۔ ہندوستان میں گنتی ہی کے تو چند مقامات ایسے ہیں جن کے آخر میں لفظ شہر جزو بنا ہوا ہے مثلاً بلند شہر، مچھلی شہر اور ان ہی میں آپ کا یہ چھوٹا شہر بھی ہے۔ یہی فخر کیا کم ہے کہ ''شہرت'' کو لوگوں نے اس کے قوام حقیقت میں داخل کر دیا ہے''۔ (سوانح قاسمی ج:۱،ص:۵۳)

''چھوٹے شہر'' سے علوم ومعارف کے چشمے پھوٹ پڑے :

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے ''نانوتہ'' اور ''چھوٹے شہر'' کے حوالے سے عجیب علم افروز نکتہ آفرینی کی ہے۔ قارئین پڑھ کر حظِ وافر حاصل کریں۔ لکھتے ہیں :

''قدرت کی ان کارفرمائیوں کو ملاحظہ کیجیے۔ کہ کھجور کے بَن والی اس آبادی کو آس پاس کے قصبوں اور دیہاتوں میں لوگ چھوٹا شہر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ خیال یہ پیدا ہوا تھا کہ صبح سویرے باسی منہ ''نانوتہ'' کا لفظ جس کے منہ سے نکل جاتا ہے، دن بھر روٹی سے پھر اس کی ملاقات ناممکن ہوجاتی ہے، گویا اپنی ہمزلف آبادیوں میں وہ منحوس ٹھہرایا گیا تھا، حقارت اور ذلت کی نظر سے قرب وجوار کے لوگ اس کو دیکھتے تھے، اسی لئے بجائے ''نانوتہ'' کے نام کی نحوست سے بچنے کے لئے اس کو ''چھوٹا شہر'' کہتے تھے، مگر یہ کون جانتا تھا کہ ہندوستان کے ٹوٹے ہوئے مسلمانوں کے جوڑنے کا کام اسی چھوٹے شہر کی مٹی سے قدرت لے گی، لوگ مغالطے میں مبتلا ہوئے اگرچہ یہ مغالطہ بھی کوئی نیا مغالطہ نہ تھا، یہ غلط فہمی تو کھجور بَن کے درمیان ایک ہندوستانی آبادی کے متعلق ہوئی مگر ''العرش العظیم'' سے بھی عرب کی جس نخلستانی آبادی کی خاک کا پایہ بلند وبالا ہونے والا تھا، کون نہیں جانتا تھا کہ نہ جاننے والوں نے ملامت

ونفرت کا مستحق قرار دے کر اسی طیبہ وطاہرہ آبادی کو مدت تک ''یثرب'' کے نام سے بدنام کر رکھا تھا۔ کچھ بھی ہو اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ''نانوتہ'' کو ایک زمانہ تک لوگ ''چھوٹا شہر'' کہتے رہے، وہ کیا جانتے تھے کہ یہی ٹوٹی ہوئی کشتی مسلمانانِ ہند کے لئے کشتی خضر بننے والی ہے اور اسی ٹوٹی پھوٹی دیوار کے نیچے ان غریبوں اور بے کسوں کا خزانہ دبا ہوا ہے جن کے آباؤ اجداد اس ملک میں صالحین وقانتین کی شکل میں وارد ہوئے تھے اگر چہ اب تو اس کو نکتہ بعد الوقوع ہی قرار دیا جائے گا۔

نانوتہ کے مؤسس بھی قاسم تھے اور منتہی بھی قاسم تھے :

سوانح قدیم میں مولانا محمد یعقوبؒ نے لکھا ہے کہ :

''مولوی محمد ہاشم زمانہ شاہجہان میں مقرب بادشاہی ہوئے اور نانوتہ میں مکان بنائے''۔

(سوانح قدیم ص:۲۶)

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سادات کے بعد شرفاء اسلام کا پہلا خانوادہ جس نے نانوتہ میں قیام پذیر ہو کر اس کو ایک اسلامی قصبہ کی حیثیت عطا کی، اس کی بنیاد غالبًا عہد شاہجہانی میں ان ہی مولوی محمد ہاشم مرحوم کے وجودِ مسعود سے قائم ہوئی۔

یہ مولوی محمد ہاشمؒ، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کے دودمان عالی سے نسلی تعلق رکھتے تھے، گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ صدیقی شیوخ کی ''قاسمی شاخ'' سے کھجور بن کی یہ آبادی اسلامی شرفا کی بستی بن گئی، یہ قدرتی نیرنگیاں ہیں کہ ابتدا بھی اس شاخ کی ''قاسم'' ہی کے نام سے ہوئی۔ اور ہند ہی نہیں بلکہ بیرون ہند کے مسلمانوں کی بھی کافی معقول تعداد کو اس مبارک شاخ کے سایہ تلے پناہ لینے کی سعادت میسر آئی تو اس کی تکمیل کا کام بھی جیسا کہ دنیا جانتی ہے ''قاسم'' ہی نام والی مبارک ہستی سے لیا گیا۔ (سوانح قاسمی ج۱ص ۵۶)

حلیہ مبارک :

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا حلیہ تحریر فرمایا ہے، ذیل میں اسی کی تلخیص پیش خدمت ہے :

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فطری طور پر معتدل القویٰ اور معتدل المزاج تھے۔ میانہ قد، نہ موٹے اور نہ بالکل لاغر تھے، چہرہ لانبا، بنی دراز اٹھی ہوئی، پیشانی فراخ، کشادہ ابرو، جلد شفاف ونرم، زبان پتلی، دانت موتی کی لڑی، گردن اونچی، سینہ کشادہ اور ''رنگ گندمی'' تھا۔

جب مولانا نانوتوی حجرۂ ذکر سے باہر قدم رنجہ فرماتے تو کسی روز چہرہ زرد زعفران اور ایسا ہیبت ناک ہوتا کہ دیکھنے والے پر ہیبت اور خوف غالب ہو جاتا اور کبھی ایسا سفید وسرخ اور صبیح وملیح ہوتا کہ خواہ مخواہ طبیعت ہنسنے بولنے کو چاہتی۔ ان کی دست بوسی اور قدم بوسی کے واسطے ہاتھ اور پیر کی نزاکت اور خوبصورتی کافی تھی، وہ کچھ ایسے موزون اور دل کش تھے کہ بے اختیار بوسہ دینے کو جی چاہتا تھا، ان کی سی نزاکت اور دلبری کسی معشوق میں بھی نہ دیکھی۔

(مذہب منصور ص ۱۹۷)

ابتدائی تعلیم :

الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تعلیم کی ابتدا نانوتہ ہی کے قصباتی مکتب میں ہوئی۔ نانوتہ کے اس مکتب میں جس استاذ کے آگے آپ کی تعلیم کی بسم اللہ ہوئی ان کا نام کیا تھا اس کا پتہ کتابوں سے نہ چل سکا۔ نانوتہ کے مکتب خانہ کی تعلیم کے متعلق بس اس قدر معلوم ہو سکا کہ منجملہ دوسرے ساتھیوں کے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ بھی اس مکتب میں آپ کے ساتھی تھے۔

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ لکھتے ہیں :

''حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے بچپن میں قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔ صرف جلد نہیں بلکہ بہت جلد کے لفظ سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہجا شناس ہونے کے بعد قرآن مجید کے ختم کرنے کی جو عام مدت اس زمانہ میں تھی اس کے لحاظ سے الامام الکبیرؒ کے ختمِ قرآن کی مدت غیر معمولی طور پر کم خیال کی گئی تھی۔

نانوتہ کی مکتبی زندگی کے ایام میں ایک خوفناک حادثہ نانوتہ میں پیش آیا''۔

نو(۹) سال کی عمر میں تحصیل علم کے لئے ہجرت :

مولانا محمد یعقوبؒ رقمطراز ہیں :

ہمارے وطن میں ایک قضیہ پیش آیا۔ شیخ تفضل حسین (جو ہماری جائیداد کے شریک تھے) پہلے سنی تھے اور اہلسنت کے عقائد اور طریقوں کو چھوڑ کر شیعہ ہو گئے تھے اور جس جائیداد کے مالک نانوتہ کے صدیقی شیوخ تھے۔ اس میں شیخ تفضل حسین کا بھی حصہ تھا۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تبدیلی مذہب اس کا سبب تھا یا جائیداد کی شرکت کی وجہ سے کچھ خرخشہ پیدا ہوا، مگر ہوا یہی کہ شیخ تفضل حسین اور امام الکبیرؒ کے جدِ امجد شیخ غلام شاہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی اور یہ کشیدگی بڑھتی چلی گئی۔ اسی لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس حادثے کے وقت مولانا قاسمؒ کی عمر کیا تھی؟ تاہم سنین کے مقابلہ و موازنے سے پتہ چلتا ہے کہ نانوتہ سے پہلی دفعہ حضرت والا نانوتویؒ تحصیلِ علم کی غرض سے جب باہر نکلے تو اس وقت آپ کی عمر میرے حساب کے رو سے آٹھ اور نو سال کے درمیان ہونی چاہیے۔

شیخ تفضل حسین کے قتل کا واقعہ جب نانوتہ میں پیش آیا۔ حضرت نانوتویؒ پیدا ہو چکے تھے اور چار پشتوں کے تنہا چشم و چراغ صرف آپ کی ذات مبارک تھی۔ ایسی صورت میں بداندیشوں نے یہ سوچا کہ اس خاندان کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے کی یہ آسان ترین شکل ہے کہ خاندان کے اس آخری چراغ کو بجھا دیا جائے۔ تو بداندیشیاں جب حد سے گذر جاتی ہے۔ ان کے لحاظ سے اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ خصوصاً جب حکومت کی طرف سے مخالفوں کا گروہ مایوس بھی ہو چکا تھا یعنی مقدمہ بھی ہار چکا تھا تو ایسی حالت میں اس قسم کے مذبوحانہ اقدامات باعثِ حیرت نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً ایک معصوم بچہ جو مدافعت اور مقابلہ کی قوت بھی اپنے اندر نہ رکھتا ہو، خیر خواہوں اور بدخواہوں کی تمیز کی توقع بھی جس سے نہیں کی جا سکتی تھی کچھ نہیں تو کھلانے پلانے ہی کے بہانے سے یہ آسان تھا کہ زہر وغیرہ جیسی مخفی چیزوں سے ان کا کام تمام کر دیا جائے۔

”شر“ کی تاریک رات سے ”خیر“ کی صبح کا سفیدہ :

تب یہ خوب ہوا کہ مبادا کوئی صدمہ مخالفوں کے ہاتھ سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو پہنچے۔ اس کا

مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ شدتِ مخاصمت سے جنون و دیوانگی کے شکار ہو کر غیظ و غضب کی آگ کے بجھانے کی تدبیر شیخ تفضل حسین کے طرفداروں کی سمجھ میں یہی آئی کہ اس چراغ کو بجھا دیا جائے جس کے بجھنے کے ساتھ ہی اس خاندان کی روشنی ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے گی۔ ورنہ ایک معصوم بچے کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ مخالفوں کی طرف سے پیدا ہونے کی صورت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ بہرحال اسباب خواہ کچھ ہی ہوں مگر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی شہادت سے اتنی بات تو قطعی معلوم ہوتی ہے کہ شیخ تفضل حسین کے اس قصے کی تان بالآخر حضرت مولانا نانوتویؒ پر ٹوٹی۔ خطرہ پیدا ہوا کہ دشمنوں کی طرف سے کوئی نقصان آپ کو نہ پہنچے۔ ”شر“ کا یہی خطرہ تھا۔ اب دیکھیے کہ خطرہ کی اسی تاریک رات سے ”خیر“ کی صبح کا سپیدہ کس شان کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور یہ قرآنی حقیقت ہے کہ :

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (بقرہ:۲۱۶)

(قریب ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہی تمہارے لئے خیر ہو اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہی تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے)

شیخ تفضل حسین کا مولانا نانوتویؒ کے دادا شیخ غلام شاہ سے فساد ہوا۔ اور شیخ تفضل حسین مولانا نانوتویؒ کے ماموں میاں فصیح الدین کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مر گئے۔ ہر چند کہ اس مقدمہ میں خیریت رہی اور حاکم کی طرف سے کسی کو کچھ سزا نہ ہوئی، مگر بنائے مخاصمت کچھ پہلے سے تھی اب زیادہ ہو گئی، تب یہ تجویز ہوا کہ کوئی صدمہ مخالفوں کے ہاتھ سے ان کو پہنچے اس لئے دیوبند بھیج دیا جائے۔

(سوانح مولانا محمد قاسم ص:۲۶)

الامام الکبیرؒ کا دار الہجرۃ :

ہوا یہ کہ مخالفوں سے صدمہ پہنچنے کا اندیشہ جب پیدا ہوا تو سوال ہوا کہ اس معصوم بچے کو پہنچنے والے ممکنہ صدمہ سے بچانے کی ممکنہ تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ نانوتہ میں رہ کر ایسے دشمنوں سے حفاظت کی صورت کیا ہو سکتی ہے، جو گھر اس وقت دشمن بن کر غیر ہو گئے تھے مگر تھے تو وہ اپنے ہی، نانوتہ کے جس محلے

میں الامام الکبیرؒ کا دولت خانہ تھا وہ بھی اسی محلے کے رہنے والے تھے۔ صبح وشام، روز وشب اُن کی آمد ورفت کا سلسلہ ہر گلی کوچہ میں جاری تھا، جونشانہ بنایا گیا تھا وہ اپنی معصومیت کے دور میں تھا کچھ یہ اور اسی قسم کی باتوں کو سوچ کر یہ طے کیا گیا کہ گو گھر سے باہر نکلنے کی عمر ابھی نہیں ہوئی لیکن جب گھر ہی کے لوگ دشمن ہو گئے ہوں وہ گھر سے باہر زیادہ محفوظ ہوسکتا ہے۔ مگر باہر بھیجا جائے تو کہاں بھیجا جائے۔

قصہ یہ ہے کہ باہر بھیجنے کی تجویز جب نانوتہ میں طے ہوئی تو جیسا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے خبر دی ہے کہ بھیجنے والوں نے آپ کو نہ سہارنپور، نہ تھانہ بھون، نہ کاندھلہ، نہ رامپور اور نہ کہیں اور بھیجا بلکہ خطرے سے محفوظ کرنے کے لئے دیوبند بھیج دیا۔ دیوبند ! وہی دیوبند جو اس وقت بھی آخری منزل اور خوابگاہ گرامی ہونے کے شرف سے ارجمند ہے۔ نانوتہ کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ وہی آپ کا وطنِ ثانی اور دار الہجرت قرار پایا۔

جن دینی وعلمی شعاعوں سے ہندو بیرونِ ہند وسیع علاقے آج جگمگا رہے ہیں اور خدا ہی جانتا ہے کہ کب تک جگمگاتے رہیں گے دیوبند ہی کے افق سے یہ شعاعیں پھوٹیں۔ ان ہند گیر بلکہ عالمگیر کرنوں کا آفتاب اسی کے مطلع سے طلوع ہوا۔ کمسنی اور معصومیت کے اس عہد میں اپنے قدوم سعادت لزوم سے اسی دیوبند کی سرفرازی، سچ پوچھیے تو اچانک اس حال نے دوسرے حال کی طرف مجھے منتقل کر دیا۔
(سوانح قاسمی ج ا ص ۱۷۸)

قدرت کی مخفی کاروائیاں :

تیرہ سو سال پہلے کی تاریخ دماغ میں بیدار ہوگئی۔ داخل ہونے والے صلوات اللّٰہ علیہ وسلامہ داخل ہوتے ہوئے فرما رہے تھے۔ ھذا المنزل ان شاء اللّٰہ (اترنے کی جگہ یہی ہے ان شاء اللّٰہ) خدا کی مشیت پوری ہوئی۔ وہی اترے اور آج تک فرود گاہ عالی ہونے کا شرف اسی سرزمین پاک کو حاصل ہے اور انسانیت اپنی نجات کے لئے ڈھونڈے گی، تو اس خاک پاک سے سر اٹھا کر اشفع تشفع، سل تعطہ کے مقامِ محمود میں سجدہ ریز ہوگی۔ خیال یہی آیا کہ یہی مدینہ جو منزل بننے کے بعد طابہ وطیبہ بن گیا تھا اور اب تک بنا ہوا ہے قیامت تک بنا رہے گا۔

اس مدینہ میں جب وہ طیبہ بلکہ یثرب تھا بیان کیا گیا ہے کہ والدہ محترمہ کے ساتھ عہد طفولیت میں آپ کو لایا گیا تھا "گل" کی تاریخ کا یہ حصہ "بلبل" کے اس قصہ کے ساتھ کتنا مشابہ ہے جو اس وقت پیش آ رہا ہے۔ تابع میں متبوع کا جو رنگ ارادہ اختیار سے پیدا ہو، یقیناً حقیقی ستائش کا مستحق ہی اختیاری رنگ ہے۔

اجتبائی شان :

مگر جو چنے جاتے ہیں۔ اُن کی "اجتبائیت" کا شاید یہی اقتضاء بھی ہوتا ہے کہ اپنے متبوع کا رنگ کسی نہ کسی طرح تابع میں اضطراراً ہی سہی جھلکتا ہوا معلوم ہو، یہ شاید اجتبائیت کی شان کو ظاہر کرنے کے لئے قدرت کی طرف سے یہ مخفی کاروائیاں ہوتی ہیں تاکہ پہچاننے میں آسانی ہو اس قسم کے امتیازی نشانوں سے وہ نوازا جاتا ہے۔

دیکھئے تو یہی دیوبند جو عوام کی زبان پر ابھی دیوبند نہیں بلکہ عموماً "دے بنز" کی شکل میں چڑھا ہوا ہے۔ اسی "دے بنز" میں آٹھ نو سال کا ایک بچہ داخل ہو رہا ہے کون جانتا تھا کہ کچھ دن بعد یہی معصوم بچہ اُس "دے بنز" کو دیو (شیطان) باندھنے کا ذریعہ بنا کر واقعی اس کو دیوبند بنا دے گا۔ سلسلت مردة الجن والشیاطین (پابہ زنجیر کر دیئے گئے ہیں جن اور شیاطین کے سرکش لوگ) عجیب وغریب منظر اسی قصبہ کی بدولت ہندوستان کے ہر ہر شہر، قصبات بلکہ دیہات تک میں نگاہوں کے سامنے آئے گا۔

ہند ہی نہیں بلکہ بیرونِ ہند بھی اس دیوبند کی اس مہم میں حصہ پائے گا۔ بہرحال ہوا یہی کہ اس کم عمری میں اپنے والدین سے جدا ہو کر نانوتہ سے باہر پہلی دفعہ آپ اسی آبادی میں پہنچائے گئے جہاں آپ کی ناسوتی زندگی پوری ہوئی۔ (سوانح قاسمی ج ا ص ۱۷۹)

ننھے منھے بچے کے ہاتھوں اسلامی تاریخ کا ایک بڑا ہنگامہ :

ذہن گھوم گھوم کر اس گذرے ہوئے زمانہ کی طرف چلا جاتا ہے، جب دیوان محلہ میں پہلی دفعہ الامام الکبیرؒ نے نزول اجلال فرمایا، اس ڈیوڑھی کی مغربی سمت والی زمین جو اَب دار العلوم قاسمیہ کی فلک پیما عمارتوں سے بھری ہوئی ہے، دار الحدیث کا قبۂ اَبیض دور دور سے نظر آتا ہے۔ یہ کون جانتا ہے کہ اس غیر آباد زمین پر اسلامی ہند کی دینی تاریخ کا اتنا بڑا ہنگامہ اسی ننھے منھے بچے کے ہاتھوں برپا ہونے والا ہے۔

انسان کے سوا وہ ساری چیزیں جن کی تسبیح کو قرآنی نص کی رو سے ہم نہیں سمجھتے۔کون کہہ سکتا ہے کہ اس سلسلہ کی چیزیں اس میدان یا باغ میں جو پھیلی ہوئی تھیں ان میں سرگوشیاں یہ ہوتی ہوں گی۔سلام ہو تجھ پر اے ہمارے آباد کرنے والے ہمیں متبرک بنانے والے بچے۔(سوانح قاسمی ج۱ص۸۰)

والدہ کا ایثار وقربانی :

ایک قلمی یادداشت میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ نے ارقام فرمایا ہے :

''الامام الکبیر مولانا محمد قاسمؒ کی والدہ نے چھوٹی عمر میں آپ کو تعلیم کے واسطے دیوبند بھیج دیا تھا۔بہ ظاہر کسی سے سنی ہوئی بات مولانا قاری محمد طیبؒ کے کان میں پڑی ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عمر میں جس تعلیم کی الامام الکبیرؒ کو ضرورت تھی، اس کے لئے کیا نانوتہ نہ تھا، اس زمانہ کا دیوبند ظاہر ہے کہ آج کل والا دیوبند یقیناً نہ تھا بلکہ جو حال آس پاس کے دوسرے قصبات کا تھا،تقریباً تعلیم وتدریس کے لحاظ سے وہی حال دیوبند کا بھی ہوگا۔میرا خیال ہے کہ اتنے کم عمر بچے کا خواہ وجہ کچھ بھی ہو، ماں سے جدا ہونا عام حالات میں آسان نہیں ہے۔ خصوصاً اکلوتا بچہ،مگر باوجود اس کے آپ کی والدہ صاحبہ کو لوگوں نے کچھ اسی قسم کی باتیں کہہ کر کہ دیوبند میں تمہارے بچے کی تعلیم اچھی طرح سے ہوگی راضی کرلیا ہوگا۔اس واقعہ کی تعبیر یہ کی گئی کہ تعلیم کے لئے ماں نے آپ کو دیوبند بھیج دیا۔جب یہ معلوم ہے کہ حضرتؒ کے والد ماجد اس وقت زندہ تھے تو دیوبند بھیجنے کے قصہ کو والدہ ماجدہ کی طرف خصوصیت کے ساتھ منسوب کرنے کے کیا معنیٰ ہوسکتے ہیں؟ ہاں ماں کا اپنے ایسے کم عمر اکلوتے بچہ کی جدائی پر راضی ہوجانا یہ واقعی مستحسن ہے کہ ان ہی کی طرف منسوب کیا جائے''۔(سوانح قاسمی ص۱۷۹)

بچپن کے چند حیرت انگیز واقعات :

الامام الکبیر حضرت نانوتویؒ بچپن ہی سے ذہین ، بلند ہمت،وسیع حوصلہ، جری اور چست وچالاک تھے۔الامام الکبیرؒ کے بچپن کا یہ واقعہ پڑھتے جایئے اور سر دھنتے جایئے۔

کپڑوں کا عمدہ جوڑا جلادیا :

الامام الکبیر حضرت نانوتویؒ کی عمر غالباً پانچ چھ(۵،۶) سال کی تھی۔مولانا کے نانا یعنی مولوی وجیہ الدینؒ صاحب وکیل نے عید کے لئے ایک عمدہ جوڑا سلوا کر اپنی صاحبزادی کے پاس بھیجا کہ بچے کو یہ جوڑا عید میں دینا۔لکھا ہے کہ :

''اس جوڑے کو دکھا کر آپ کی والدہ نے فرمایا''ایسا جوڑا عید میں کسی کے پاس نہ نکلے گا''۔

اب بھی سننے کی بات ہے،الامام الکبیر حضرت نانوتویؒ جو اس وقت پانچ چھ سال کے قاسم تھے، رو پڑے اور کہا کہ میں ایسے قیمتی کپڑے پہنوں گا؟ مجھ پر ایسا اچھا جوڑا پھبے گا؟

حضرتؒ کی اجتبائی شان کو جب تک تسلیم نہ کرلیا جائے خود ہی سوچیے کہ ایک بچے سے اس ردِّ عمل کی کس حیثیت سے توقع کا امکان ہے؟۔بچوں میں عموماً مقابلہ اور تفرد کا غیر شعوری جذبہ زیادہ نمایاں ہوتا ہے لیکن تفرد وامتیاز کا خود خیال کیا آتا، خیال دلانے پر بجائے اترانے اور اکڑنے کے آپ دیکھ رہے ہیں۔اسی خیال نے آپ کو رُلا دیا۔سچ تو یہ ہے کہ اسی معصوم گریہ میں مستقبل کا پیش آنے والا خندہ مسکرا رہا تھا،مگر والدہ صاحبہ کا دھیان اس ''بشریٰ'' کی طرف نہ گیا۔جو مژدہ سنا رہا تھا کہ اے خاتونِ اسلام! مبارک ہو تجھے ایسا بچہ جو دوسروں کو بلند کرنے کے لئے خود پستی کی زندگی اختیار کرے گا اور دوسروں کو ہنسانے کے لئے خود روئے گا۔مگر دنیا کے عام بچوں پر قیاس کرکے اپنے بچے کی اس حرکت پر بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو غصہ آیا اور فرمانے لگیں جب کوئی اچھی چیز آتی ہے تو تیرے یہاں رونا ہی پڑ جاتا ہے کبھی خوش ہوکر اچھا کپڑا نہیں پہنا، اچھا کھانا نہیں کھایا۔

لکھا ہے کہ والدہ ماجدہ کے ان الفاظ پر الامام الکبیر مولانا نانوتویؒ اور زیادہ روئے اور رونے پر بھی بس نہیں کیا بلکہ کسی کام سے دیکھا کہ والدہ کہیں چلی گئی ہیں تو چپکے سے جا کر جوڑے کو چولہے میں رکھ دیا جو جل کر راکھ ہوگیا۔مزاج کی یہ افتاد ابتدا ہی سے تھی کہ تکاثر وتفاخر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

(سوانح قاسمی ص۱۷۵)

جوار کی روٹی اور تشکر و امتنان کا گُر :

الامام الکبیرؒ کے حفید رشید مولانا قاری محمد طیبؒ کی تحریری یاداشت میں ایک اور واقعہ ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے :

الامام الکبیرؒ کی طفولیت کا زمانہ تھا۔ شدید قحط پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اچھے اچھے مالدار گھرانوں میں بجائے گیہوں کے جوار ہی کے استعمال پر لوگوں کو مجبور ہونا پڑا۔ ان ہی گھرانوں میں آپ کے والد شیخ اسد علی کا گھر بھی تھا۔ جب بجائے گیہوں کے اچانک جوار کی روٹیوں کا سلسلہ آپ کے گھر میں بھی شروع ہوا تو عادی نہ ہونے کی وجہ سے الامام الکبیرؒ کچھ اکتا سے گئے۔ اب والدہ صاحبہ نے خیال دلایا یا خود خیال آیا کہ سہارنپور میں نانا جان کے پاس چلا جاؤں۔ جہاں جوار کی اس مصیبت سے تو نجات ملے گی۔ مگر خیال ابھی خیال سے آگے نہیں بڑھا تھا کہ اس کے ساتھ یہ خیال دل میں آیا کہ خدا نے جوار ہی دی ہے کئی ایسے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں کہ ان کو جوار بھی میسر نہیں۔ پس خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے اور صبر سے اسی پر قناعت کرنا چاہیے۔

عارضی زندگی کے موجودہ جبوری دور میں سکون و قرار کا یہ "گُر" ہے کہ بجائے اوپر کے "زندگی" کے احتیاجی شعبوں میں نیچے کی طرف دیکھ کر تسلی حاصل کرنی چاہیے۔ پابریدہ (پاؤں کٹے) کو دیکھ کر جیسا کہ شیخ سعدی نے لکھا ہے جوتیوں سے محرومی کی شکایت کا ازالہ ہو گیا۔

مانگنے کی تکلیف پر بھوک کی تکلیف کو گوارا کرتے :

دیوبند میں الامام الکبیرؒ کے ایک قریبی رشتہ دار اور صاحب ثروت شیخ کرامت حسینؒ رہتے تھے۔ وہ دیوبند کے دیوان محلّہ کے سرکردہ شخص سمجھے جاتے تھے۔ ان کی معاشی حالت معمولی طور پر بہتر تھی۔ شیخ کرامت حسین مرحوم بہت مہمان نواز تھے ان کو خوشی ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ مہمان آئیں اور ہمارے باورچی خانے سے مستفید ہوں لیکن حضرت الامام الکبیرؒ بچپن میں بہت شرمیلے اور خوددار تھے۔ مولانا قاری محمد طیبؒ نے الامام الکبیرؒ کے عہد طفلی کے اسی قیام دیوبند کا ذکر فرماتے ہوئے مندرجہ ذیل روایت کو خود الامام الکبیر حضرت نانوتویؒ کی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے کہ :

"الامام الکبیر حضرت نانوتویؒ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی تازہ یا باسی روٹی یا دانہ دُنکا مٹھائی کھٹائی اپنی زبان سے نہیں مانگی اگر کسی نے دے دیا، لے لیا اور کھا لیا ورنہ خیر، بعض دفعہ بھوک لگتی مگر مانگنے کی تکلیف کو بھوک کی تکلیف پر گوارا کر کے صبر کرتا"۔

احسان شناسی :

اور جب مہینے دو مہینے میں دو چار روز کے واسطے گھر نانوتہ جاتے اور پھر دیوبند کی واپسی کا وقت قریب آتا تو آپ بھوک کی تکلیف یاد کر کے بہت روتے آپ کی والدہ ہر چند پیار کر کے چمکار کے پوچھتیں کہ تجھ کو دیوبند میں کچھ تکلیف ہے؟

الامام الکبیر مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں :

"میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر میں نے والدہ سے اس تکلیف کا ذکر کیا تو دیوبند والوں کی ناشکری ہوگی اور ان کو رنج گذرے گا۔ اپنے نفس پر تکلیف کا ہونا مضائقہ نہیں، آخر تک والدہ کو اصل حال سے مطلع نہیں کیا اور برابر اسی طرح زندگی گذارتا رہا"۔ (سوانح قاسمی ج:۱، ص:۱۸۳)

اخلاقی احساسات کی نزاکتیں :

آٹھ نو سال کی عمر میں الامام الکبیرؒ کے دماغ کا یہ فلسفہ چل رہا تھا کہ بھوک بھی تکلیف ہے اور مانگنے کی ذلت بھی تکلیف ہے پھر دونوں تکلیفوں میں موازنہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ بھوک کی تکلیف مانگنے کی ذلت کی تکلیف کے مقابلے میں قابل برداشت ہے۔ یہ زیرکی و دانائی دیکھ کر اندازہ کیجئے کہ الامام الکبیرؒ کے اخلاقی احساسات کی نزاکتوں کا کیا حال ہوگا یہ فیصلہ اس کا قلب سلیم کرتا ہے جو ابھی ایک ننھا منھا مہمان بچہ ہے اور بچوں کی طرح روتا ہے، بچوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ اچانک سوچ اور فکر کے ایک عظیم بلند تر مقام پر آتا ہے کہ پیرانِ کہن سال کی بھی رسائی عام حالات میں اس مقام تک آسان نہیں۔ بہر حال طفولیت کے اس قالب میں "مکارمِ اخلاق" کی روح وہبی ہوئی ہے وہ پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ دوسروں کو آرام پہنچانے کی تکلیف ہی میں اپنی ساری زندگی گذار دے گا۔

(سوانح قاسمی ج۱ ص۱۸۵)

تکوینی نظام کے تربیتی مراحل :

بہر حال دیو بند کے قیام کے ان دنوں کی اس خصوصیت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جوع (بھوک) کے ذاتی تجربہ کا موقع اس شخص کے لئے مہیا کیا گیا جس کی بدولت ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں طلبۂ علم حق کو قریب قریب ڈیڑھ صدی سے مسلسل دونوں وقت کھانا تقسیم ہو رہا ہے اور زیادہ تر مفت بغیر کسی معاوضہ کے تقسیم ہو رہا ہے۔

قرآن میں جب صاحب نبوتِ کبریٰ علی صاحبہا الف سلام وتحیۃ کو فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ:۹،۱۰) (تو یتیم کو نہ ڈانٹ اور سوال کرنے والے کو نہ جھڑک) کا حکم دیا گیا۔ تو اس سے پیشتر اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضحیٰ:۶،۷) (کیا نہ پایا تجھے یتیم تو تمہیں پناہ دی اور پایا تم کو ناراہ یافتہ تو راہ دکھائی) کے الفاظ میں اس یتیمی اور ناراہ یافتگی کی یاد دلائی گئی تھی جس کے ذاتی تجربے سے خود پیغمبر ﷺ کو گزرنا پڑا تھا، اور طلب علم کے ایام میں بھوک کا یہ تجربہ کہاں کرایا گیا؟ دیو بند میں اور دیو بند میں بھی، دیوان محلہ کی اس خاص حویلی میں۔ جس کے مغربی سمت میں ٹھیک پشت پر وہ مطبخ قائم ہے۔ جہاں ہر روز سینکڑوں کی تعداد رکھنے والے طلبہ کی جماعت کو بھوک کی تکلیف سے نجات بخشی کا ذریعہ ان کو بنایا گیا، جو اسی محلہ میں بھوک کے دکھ سے طلبِ علم کے ابتدائی دنوں میں کبھی تڑپایا اور رلایا گیا تھا۔ (سوانح قاسمی ج ا ص ۱۸۶)

خوردسالی میں جرأت، بہادری اور ظاہر و باطن کا دلکش منظر :

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے الامام الکبیرؒ کی خوردسالی کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نانوتہ میں حضرت الامام الکبیرؒ کا موروثی مکان ایک ایسی جگہ پر تھا جس میں پہنچنے کے لئے بڑی لمبی اور دراز گلی کو طے کرنا پڑتا تھا۔ قصبہ کا یہ طویل کوچہ وحشت ناک اور کچھ ڈراؤنا سا تھا۔ نانوتہ کا یہ کوچہ آسیب زدہ سمجھا جاتا تھا۔ بھوت جن وشیطان وغیرہ جیسی خبیث روحوں کے تعلق سے یہ کوچہ کافی بدنام تھا۔

مگر بایں ہمہ الامام الکبیرؒ نوعمری، جوانی اور عنفوانِ شباب کے ان ہی دنوں میں راتوں کو بہت دیر سے بے تکلف گھر جاتے تھے اور کچھ خوف نہ کرتے۔ (ذہب منصور ص ۲۷)

اس موقع پر مولانا محمد یعقوب صاحبؒ الامام الکبیرؒ کے بچپن اور نوعمری کے زمانہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ "مولوی محمد قاسم صاحب لڑکپن سے ذہین، طباع، بلند ہمت، تیز، وسیع حوصلہ، جفاکش، جری اور بڑے چست وچالاک تھے"۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اس موقع پر پھر اپنے دعوئ "اجتبائیت" کا اعادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اگر آپ مجھ سے پوچھتے ہو تو میں پھر یہی کہوں گا کہ حضرت الامام الکبیرؒ کی جس "اجتبائی شان" کی یافت مجھے ہوئی ہے۔ منجملہ دوسرے مظاہر کے اسی شان کا ایک مظہرِ خاص آپ کے ظاہر و باطن کا یہ دلکش تناسب اور دلآویز موزونیت بھی ہے"۔ (سوانح قاسمی ج ا ص ۱۵۸)

تعلیم گاہ اور بازی گاہ میں معاصرین پر سبقت :

زمانہ خوردسالی کا ایک اور قصہ مولانا محمد یعقوبؒ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"الامام الکبیرؒ مکتب میں اپنے ہم عمر ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہے، اس سے قبل آپ پڑھ آئے ہیں کہ دوسرے کی دی ہوئی چیز "عمدہ کپڑا" یا گندم کی روٹی سے مکمل اجتناب وگریز، مگر جس امتیاز کا تعلق دوسروں کی نہیں اپنی جدوجہد اور ذاتی کدوکاوش کا نتیجہ تھا، اس سے مکتبی زندگی کے سارے دنوں میں ہمیشہ ممتاز رہے، بتایا جائے کہ "خداداد شعور" کے سوا اسے اور کیا قرار دیا جائے۔ الامام الکبیرؒ کی اپنے ہمعصروں میں یہ سبقت واولیت صرف لکھنے پڑھنے کے دائرے تک محدود نہ تھی بلکہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

"الامام الکبیر مولوی محمد قاسم صاحبؒ جیسے پڑھنے میں سب سے بڑھ کر تھے اسی طرح ہر کھیل میں خواہ ہوشیاری کا ہو یا محنت کا سب سے اول اور غالب رہتے تھے"۔ یعنی الامام الکبیر "تعلیم گاہ" کے بھی "یکہ تاز" اور "بازی گاہ" کے بھی شہ باز تھے۔ الامام الکبیرؒ کا کھیل بھی محض کھیل نہ تھا وہ کھیل میں بھی علم وادب اور قلم وکتاب کا راستہ بنا لیا کرتے تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے"۔

مولانا گیلانیؒ لکھتے ہیں کہ:

"علم وکھیل دونوں کے ذوق میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی شاید یہ ایک واحد تاریخی مثال

ہے"۔(سوانح قاسمی ج۱ص۱۵۹)

جوڑ توڑ :

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ بچپن کے ایک کھیل کے حوالے سے مزید تحریر فرماتے ہیں کہ :

''خوب یاد ہے کہ اس زمانے میں ایک کھیل ''جوڑ توڑ'' ہم سب کھیلتے تھے اور بہت پرانے مشاق لوگ اس کو عمدہ کھیلتے تھے اور ہم نئے کھیلنے والے مات کھا جاتے تھے مگر الامام الکبیرؒ مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے جب اس جوڑ توڑ کے کھیل کا قاعدہ معلوم کرلیا پھر یاد نہیں کہ کسی سے مات کھائی ہو، بہت ہوا تو برابر رہے۔

جوانی اور نوعمری میں کھیل کے ''کلی قاعدے'' معلوم کر کے الامام الکبیرؒ بڑے مشاق کھیلنے والوں کو چت کرنے لگے پھر کھیل کود کے ساتھ اس حکیمانہ رجحان کا امتزاج ہر کھیل کے ساتھ جاری رہا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ : ہر کھیل کا جو مرتبہ کمال ہوتا وہاں تک اس کو پہنچا کر چھوڑتے۔

الغرض الامام الکبیرؒ کی طبعی افتاد، قانون آفرینی اور کلیت سازی کا یہ ذوق ان تمام کھیلوں پر محیط ہو گیا تھا۔ جن کا نانوتہ کی بازی گاہوں میں اس وقت رواج تھا بعد میں اسی طبعی افتاد نے علمی رزمگاہوں میں اپنی جولانیاں دکھائیں جس کا ظہور علم کے فروغ اس کے غلبہ اور حنفیت کے استحکام کی صورت میں ہوا''۔(سوانح قاسمی ج۱ص۱۶۰)

لڑکپن میں فضائل وکمالات :

الامام الکبیرؒ نے آٹھ نو سال کی عمر میں نہ صرف یہ کہ قرآن شریف ختم فرمالیا تھا اور حسن خط کے ساتھ اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہو چکے تھے بلکہ عمر کے اسی قلیل مدت میں آپ چھوٹے موٹے شاعر اور ننھے منھے مصنف بھی بن چکے تھے، اسی عرصے میں اپنی نظموں کو بھی مرتب کر کے لکھ چکے تھے اور دوسروں کی چھوٹی چھوٹی کتابوں کو نقل کرنے کا کام بھی کر چکے تھے اور قصہ صرف ان ہی ذہنی ودماغی کاموں کی حد تک ختم نہیں ہو گیا تھا بلکہ علاوہ خطاطی کے جسے گونہ دستکاری ہی جیسے کاموں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ نانوتہ کی

مکتبی زندگی کی اس عمر میں آپ کو کتابوں کی جز بندی اور جز بندی ہی نہیں بلکہ جلد بندی کی صنعت کے سیکھنے کا موقع بھی مل گیا تھا۔

بہر حال آٹھ نو سال کے ایک بچے میں ان گوناگوں مختلف الجہات چیزوں کا جمع ہو جانا، شانِ اجتبائیت ہی کا تقاضا قرار دیا جاسکتا ہے۔ الامام الکبیرؒ چن لیے گئے تھے۔ چننے والے ہی نے مزاج وقویٰ کے اعتدال کی دولت سے بھی سرفراز کر دیا تھا اسی نے ''نفسِ کامل'' سے آپ کو نوازا اور اسی ''نفسِ کامل'' کی جبلت میں ذہانت، طباعی، بلند ہمتی، تیزی، وسعتِ حوصلہ، جفاکشی، جرأت، چستی وچالاکی اور زیرکی ودانائی جیسے فضائل وکمالات کو محفوظ کر کے آپ کو پیدا کیا۔ لڑکپن ہی سے جن کے آثار کا ظہور ہونے لگا تھا۔

(سوانح قاسمی ج۱ص۱۶۶)

مکتبی تعلیمی زندگی کے چند خاص عناصر :

الامام الکبیرؒ کے آٹھ یا نو سالہ نانوتہ کی مکتبی تعلیمی زندگی کے مشاغل اور متفرق امور کو اجمالاً اگر سمیٹ کر بیان کیا جائے تو یہ تعلیمی زندگی چند خاص عناصر واجزاء پر مشتمل ہے۔

۱۔ قرآن شریف کی تکمیل اور خط نویسی۔ ۲۔ ایسے کھیل جن کا تعلق ہوشیاری سے بھی تھا اور محنت سے بھی تھا۔ ۳۔ دستکاری یا ہنر سے تعلق رکھنے والا مشغلہ یعنی جز و بندی اور جلد بندی۔ ایک بیدار دل، پاک روح کی خدمت میں حاضری اور اس کی محنت واخلاص کے حصول میں کامیابی۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسی تعلیم جس میں دماغ کے ساتھ جسم اور جسم کے ساتھ دل اور دل کے ساتھ شکم کے تقاضوں کی تکمیل کا سامان کیا جائے۔

الامام الکبیرؒ کی مکتبی تعلیم کے ایسے مکمل نظام کے لئے اس سے بہتر نمونہ شاید کہیں بھی نہ مل سکے جسے الامام الکبیرؒ کی ابتدائی تعلیم کی روداد میں تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے۔(سوانح قاسمی ج۱ص۱۶۹)

مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے ممتاز شاگرد :

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں :

الامام الکبیر مولانا محمد قاسمؒ نے حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے سنن نسائی مکمل، سنن ابوداؤد کا اکثر حصہ کسی قدر حضرت مولانا سے مذکورہ بالا پہلی تین کتابوں کے پڑھنے کا حضرت مولانا محمد قاسم کی

تحریرات ومکتوبات میں مختلف موقعوں پر ذکر ہے اور اس تلمذ اور روایت واجازت کی حضرت مولانا محمد قاسم کے خاص شاگرد مولانا عبدالعلی میرٹھی نے مدرسہ عبدالرب دہلی میں (جہاں وہ شیخ الحدیث تھے) ایک مرتبہ یوں وضاحت فرمائی تھی :

”وقال لی استاذی قرأت النسائی کاملا واکثر سنن ابی داؤد و اوّل ابن ماجة عن المحدث العلامة احمد علی السهارنفوری“۔

مولانا عبدالعلی صاحب حضرت مولانا محمد قاسم کو حضرت مولانا احمد علی کا سب سے اہم اور ممتاز ترین شاگرد کہا کرتے تھے، فرمایا :

”قرأت اکثر من کتب الحدیث وغیره عن الفاضل الاجل الشیخ محمد قاسم ، وهو من اکبر تلامیذ مولانا احمد علی المحدث السهارنفوری ومع ذلك فله اجازة عن الشیخ عبدالغنی“۔

(استاذ الکل مولانا مملوک العلی نانوتوی، ص ۲۵۳،۲۵۴)

باب : ۲

زمانۂ طالب علمی، تعلیمی سرگرمیاں، ذہانت وظرافت اور طالب علمانہ شوخیاں

تاریخ وتذکرہ میرا موضوع ہے۔ میں اپنے طالبعلمانہ مطالعے اور تجربے کی بنیاد پر عرض کرسکتا ہوں کہ کوئی مدرسہ، کوئی مدرس، کوئی کتب خانہ اور کوئی شیخ ومربی کسی طالب علم کو کامیاب انسان نہیں بنا سکتا جب تک انسان خود کامیابی کے لئے اپنی قوت بازو سے، اپنی محنت اور اپنی کاوش اور تگ ودو نہ کرے۔ اگر ہم کامیاب لوگوں کی فہرست اُٹھا کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے منازل کے سنگِ راہ خود تراشے۔ اُن کے لئے ماحول ناسازگار تھا لیکن وہ اپنی محنت، علم کی لگن اور تڑپ سے پُرخطر وادیوں کو عبور کرکے اپنی اہمیت کا سکہ دنیا سے منوا کر رہے۔ ترقی اور کامیابی اکثر موروثی نہیں بلکہ کسبی ہوتی ہے۔ علم اور مطالعہ میں ترقی کا مدار طلب اور تڑپ پر ہے۔ عزم وہمت اور بلند حوصلگی اس کی بنیاد ہے......

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

الامام الکبیرؒ کے زمانہ طالب علمی کے حالات اس پر شاہد ہیں۔

علم کی بکری :

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ لکھتے ہیں : مولوی مہتاب علی نے حضرت الامام الکبیرؒ کو عربی کتب شروع کرائی تھیں۔ مولوی مہتاب علیؒ ایک ظریف شخص تھے اور براہ راست ہر ایک شاگرد کا اس کے حسب حال نام رکھتے تھے۔ چنانچہ مولوی مہتاب علیؒ کی فراست نے الامام الکبیر حضرت نانوتویؒ کا نام "علم کی بکری" تجویز کیا۔

ظرافت میں فراست :

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ :

مولانا مہتاب علیؒ نے حضرت نانوتویؒ کا نام "علم کی بکری" رکھا تھا، "علم کی بکری" ہے تو یقیناً ایک ظریفانہ نام، مولوی مہتاب علیؒ کی فطرت میں مزاح وظرافت کا جو جذبہ تھا اس کی غمازی خود ان کا رکھا ہوا نام کررہا ہے مگر آپ سن چکے کہ یہ نام یوں ہی بلاوجہ کیف ما اتفق نہیں رکھ دیے جاتے تھے بلکہ حال کے مطابق۔ مولانا مہتاب علیؒ کی صرف ظرافت ہی نہیں بلکہ فراست بھی ان ناموں کی تجویز میں دخیل تھی۔

''علم کی بکری'' کا نام کیوں رکھا تھا ؟

یہی سوچنے کی بات ہے کہ مکتب کے جس بچہ کو ''علم کی بکری'' کا نام دیا تھا یہ نام اس بچے کے کس حال کو ہم پر واضح و نمایاں کرتا ہے۔

بکری کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہوتی ہے کہ ہر وقت زمین پر منہ جھکائے کھانے کی جو چیز بھی مل جائے اسے کھاتی رہتی ہے اور جنگلوں میں جب بجائے گھاس کے درخت کے پتوں کے چرنے کا موقعہ اسے مل جاتا ہے تو پتوں کی خاردار شاخیں خواہ جس قسم کے کانٹوں ہی سے کیوں نہ بھری ہوں لیکن دونوں ٹانگیں اٹھائے جہاں تک ممکن ہوتا ہے بلند سے بلند شاخوں کے پتوں تک پہنچنے اور ان کے چبا لینے کی کوشش سے بکری کبھی نہیں تھکتی بلکہ بسا اوقات امکانی حدود سے آگے نکل جانے کی کوشش سے باز نہیں آتی یا ایسی چیز جسے وہ کھا سکتی ہے تلاش کرتی رہتی ہے۔ صبح و شام تک اسی ایک واحد مشغلے میں بکری مشغول رہتی ہے۔

اسی بنیاد پر میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ دیوبند پہنچنے کے بعد بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے لکھنے کا جتنا سلیقہ الامام الکبیر مولانا نانوتویؒ میں پیدا ہو چکا تھا اور اس وقت تک جو چیزیں آپ پڑھ سکتے تھے، ان کا پڑھنا اور پڑھنے میں مستغرق و مشغول رہنا یہی حال آپ کا تھا جو مہتاب علی کی فراست پر منکشف ہوا، اور اپنے ننھے منھے کم سن شاگرد میں مطالعہ کے اس غیر معمولی شوق و ذوق کو دیکھ کر بکری کی تشبیہ ان کی سمجھ میں آئی، جیسے ہر اس چیز میں جس میں کچھ ملنے کی امید ہو بکری منہ ڈالتی چلی جاتی ہے، کتابوں کے ساتھ یہی تعلق اپنے شاگرد کا ان کو محسوس ہوا اور ظرافتاً یہی نام تجویز کر دیا۔ اس کے سوا آپ ہی بتایئے کہ کسی طالب علم کے کس حال کو بکری کے کس حال کے مطابق قرار دیا جا سکتا ہے۔

مطالعے کا دائرہ :

مولانا مناظر احسن گیلانی کا ارشاد ہے کہ :

میرے نزدیک آپ کے فرلیس و ظریف استاذ کا عطا کیا ہوا یہ ظریفانہ خطاب یعنی ''علم کی بکری'' ظرافت کے ساتھ آپ کے ایامِ طفولیت کے اسی خاص پہلو کا شارح بھی ہے، ہر چیز کے چگ لینے اور جو گھاس بھی سامنے آ جائے اس کے چر لینے کی عام عادت بکریوں میں ہوتی ہے کبھی کبھی امکانی حدود سے تجاوز کر کے

دیکھا جاتا ہے کہ بکریاں ببول کے جن درختوں کے ساتھ الجھی ہوئی ہیں، بڑی بڑی نوک رکھنے والے تیز کانٹے بھی چبھ رہے ہیں، لیکن ایک شاخ تک پہنچ کر چاہتی ہیں کہ اوپر کی شاخوں کے پتوں تک پہنچ جائے اور مشبہ بہ کی اس خصوصیت کو سامنے رکھ لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ رسائی کے حدود میں جو کتابیں آپ کو مل جاتی تھیں صرف انہی کو نہیں بلکہ عمر اور علم کے لحاظ سے جن کتابوں کے مضامین آپ کی حدِ پرواز سے اس زمانہ میں باہر بھی تھے تشبیہ کا اقتضا تو یہی ہے کہ شاید ان کو بھی نہیں چھوڑتے ہوں گے۔ (سوانح قاسمی ج:۱،ص:۱۹۶)

کتابوں کے پڑھنے یا ان کے استاذ کے محاورے میں کتابوں کے چر لینے کا شدید جذبہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر مسلط تھا، اس سلسلہ میں جو کچھ مل جاتا تھا، عمر اور رسائی کی حد تک ان کے استاذ کی شہادت یہی ہے کہ اسے چاہتے تھے کہ نگلتے ہی چلے جائیں، دیوبند میں قابلیت کے بڑھانے کا بھی موقع ملا، اسی سے سمجھنا چاہئے کہ مطالعہ کا دائرہ بھی روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا، جب تک دیوبند میں رہے اسی حال میں رہے۔ (سوانح قاسمی ج:۱،ص:۱۹۶)

تعلیمی سرگرمیاں اور طالبعلمانہ شوخیاں :

''دلی'' دینی تعلیم اور فروغِ علم کے حوالے سے برصغیر کا مرجع الخلائق مرکز تھا۔ الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو تحصیل و تکمیلِ علم کے لئے دلی کی سرزمین میسر رہی۔ دلی میں طالب علمی کے حوالے سے آپ کی طالبعلمانہ جد و جہد، مساعیٔ جمیلہ، مناظرے اور طالبعلمانہ شوخیاں آپ کے سوانح کا روشن باب ہے۔

دلی کے زمانہ طالب علمی میں الامام الکبیرؒ شہری طلبہ کے ساتھ بحث و مباحثہ اور علمی مناقشوں میں بھی مصروف اور غالب رہے اور انہیں ہمیشہ برتری حاصل رہی، علمی اعتبار سے کمزور طالب علموں کی مدد بھی کرتے رہے۔ اور اپنی علمی قابلیت کا لوہا بھی منواتے رہے۔ ذیل میں ایسی ہی طالبعلمانہ شوخیوں کی چند جھلکیاں اور علم پرور واقعات نذرِ قارئین ہیں :

مولانا مملوک علیؒ سے پہلی کتاب کافیہ پڑھی :

حضرت مولانا مملوک علیؒ عربی کالج دہلی کے مشہور صدر شعبہ مشرقی تھے۔ الامام الکبیرؒ نے مولانا مملوک علیؒ سے تعلیم پائی لیکن آپ کی یہ تعلیم عربی کالج کے نظام اور نصاب کے تحت نہیں ہوئی بلکہ گھر پر